

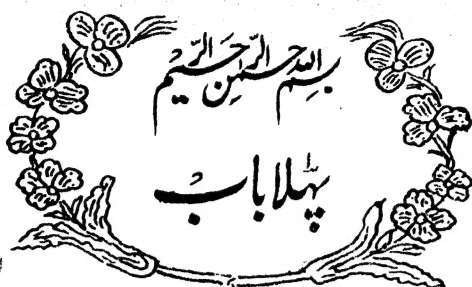
OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ۱۹۱۵۳۳۳ Accession No. ۱۴۴۳

Author - شیخ محمد علی

Title - شرح الفرائد

This book should be returned on or before the date last marked below.



آغاز عشق

سہ پہر کا وقت ہے۔ اور جزیرہ صقلیہ (سرملی) کا شمالی مغربی ساحل۔ ہوا تھپی ہوئی ہے اور سمندر ساکت و صامت، پہر فلک نے کسی آتش رضا و معشوق کی طرح آفتاب کو گود میں اٹھا کے اپنی ابر کی پھٹی پرائی اور جا بجائے سکی اور بچی ہوئی رضائی اڑھالی ہے۔ جو نہایت بوسیدہ ہونے کی وجہ سے سنبھالے نہیں سنبھلتی۔ اور یہ بے قرار معشوق آسمان کو رضائی کے سنبھالنے میں مصروف دیکھ کے بار بار اُس کی دُر زدن سے جھانکتا۔ دنیا کی طرف دیکھ دیکھ کے ہنستا۔ اور جھپکے ہی جھپکے پھیل پھیل کے اُس کے آغوشِ شوق سے نکلا جاتا ہے۔

اب اسوقت اس کا نورانی چہرہ بالکل کھل گیا ہے، اور اُس کی سنہری کرنیں بحیرہ روم کی شوخ ادا موجوں کے ساتھ شوخیاں کر رہی ہیں۔ سمندر کا نیلگوں پانی ان شعاعوں کے اثر سے نیلم کا دریا بن گیا ہے۔ اور موجوں کی چھوٹی چھوٹی چوٹیوں کو سمندر کے کف نے اپنی سفید سفید ٹوپیاں پہنا کے ایسا خوبصورت بنا دیا ہے کہ معلوم ہوتا ہے ببول کی گھنٹی میل کو نیلگوں بچوں نے چھپا لیا ہے اور اُس میں سے جا بجا گل چاندنی کے سفید پھول پھٹے ہوئے ہیں۔

اگرچہ موسم اچھا ہے اور باد صہرہ کے خوفناک جھونکے جو اکثر سمندر میں تلاطم پیدا کیا کرتے ہیں اُن کا کہیں پتہ نہیں۔ مگر اس خاموشی میں بھی بمقام سمندر سے پھلا نہیں ٹھٹھا جاتا۔ نسیم کی ہلکی خوشگوار ہوا

عہ ایک میل ہو جو اکثر کھیلوں کی دیواروں پر چڑھائی جاتی ہے اور اسیں نیلے نیلے پھول جن کی قطع گھنڈیاں کی سی ہوتی ہے بہت کثرت سے کھلتے ہیں۔

چھوٹی چھوٹی لہریں پیدا کر کے سورج کی شعاعوں کو جو آسمان سے سونے کے ٹہن برسادی ہیں اپنے اوپر کھینچ کر اڑائیں لینے دیتیں۔

یہ کئی صدیوں پیشتر کا منظر ہو جبکہ جہاز اس کثرت سے سمندر کو نہیں کھنگالتے پھرتے تھے جیسا کہ آجکل نظر آیا کرتے ہیں۔ تاہم جزیرہ صقلیہ کے اس شمالی ساحل پر اس بحری خوشی کے زمانے میں بھی کوئی دہن نہیں گذرتا تھا کہ فوجوں سے بھرے اور سامان حرب سے لہے ہوئے جہاز شمال سے جنوب کو یا جنوب سے شمال کو آتے جاتے نہ نظر آتے ہوں خصوصاً ان دنوں جبکہ ایطالیہ کی جنوبی و مغربی سلطنت نپلز اور شمالی افریقہ کی عربی سلطنت الجزائر میں لڑائیوں کا ایک طواریی سلسلہ چھڑا ہوا ہے۔ اس عرصہ جنگ کے دنوں حریف چونکہ سلطنت صقلیہ کو اپنا دوست بنانا اور اپنی طرف کھینچنا چاہتے ہیں، اس لئے یہ بحری فوجی نقل و حرکت صقلیہ کے دارالسلطنت شہر پالمو میں جو آبی ساحل پر واقع ہو بہت ہی دلچسپی اور غور سے دیکھی جاتی ہے خصوصاً پالمو سے مغرب جانب پانچ چھ میل ہٹ کے وزیر اعظم صقلیہ اور دارالہمام سلطنت فرنان (فرڈی نند) کے عالی شان قصر میں جو سمندر کے کنارے ایک بلند سطح تختہ زمین پر کوہ پیلگر نیو کے شمالی دامن پر قائم ہو ماں و پائی فوج کشی کی دلچسپی بہت ہی بڑھی ہوئی ہے۔ یہ قصر ایک زبردست قلعہ کی طرح سطح آب سے تقریباً سو فٹ کی بلندی پر سر اٹھائے کھڑا ہے اور اس کے وسیع صحن سے پانی تک پتھر کی پتھر سیڑھیاں مٹی جلی گئیں ہیں ہر روز سامنے سے بیسیوں جہاز سفید بادبان کھولے سمند میں پیرتے اور ہوا کے گھوڑوں پر اڑتے ہوئے گذر جاتے ہیں۔ اور جب تک منظر کے سامنے ہوتے ہیں قلعے کے رہنے والے بالائی دروازوں اور کھڑکیوں سے اٹھیں بڑی دلچسپی کے ساتھ دیکھا کرتے ہیں، اور گو کہ مطلق نہیں جانتے کہ یہ کس کے جہاز ہیں اور ان پر کون سوار ہے۔ مگر شوق کی بنگا ہوں سے ان کا استقبال کرتے اور جہاز کی نظروں سے رخصت کر دیتے ہیں۔

آج بھی دفعتاً مغربی کونے سے تین بڑے بڑے جہاز آتے نظر آئے جو آہستہ آہستہ قصر کے سامنے آئے اور بجائے اس کے کہ آگے بڑھیں قصر کے گھاٹ کے سامنے پہونچ کے لنگر ڈال دیا، انھیں ٹھہرتے دیکھ کے بالائی کمروں اور اوپر کی کھڑکیوں سے سیر کرنے والے نیچے آئے۔ قلعہ کے تمام زن و مرد جن کا شمار سیکڑوں کے درجہ سے زیادہ تھا باہر نکل پڑے اور حیرت سے دیکھنے لگے کہ یہ کون لوگ ہیں؟ اور یہاں کس لئے آئے ہیں؟ لوگ دیکھ ہی رہے تھے کہ جہاز والوں نے اشارے سے کشتی ناکی فوراً وزیر فرنان کا بجر جو سیر دیا کے لئے قصر کے نیچے موجود ہا کر تا تھا بھیجا گیا۔ اور تین شخص جو عربی لباس

پہنے اور سفید عمامے پر باندھے تھے، بھرے میں اتر کے کناٹے اُٹے اور عربی زبان میں کہا ”ہم فرماؤ گئے
الجزائر کے اچھی ہیں اور وزیر اعظم قرآن کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں“ اٹھائے سال کا ایک جیکہ کینہ
قامت اور خوش رو لڑکا جس کے چہرے اور خط و خال سے امارت و ریاست کے جوہر نمایاں تھے بڑھ
کے ان لوگوں کے قریب گیا اور نہایت تہذیب و دانشمندی کے لہجہ میں کہا ”وزیر فرمان اعلیٰ حضرت
شاہ مہرجان (مورینا) کے دربار میں گئے ہوئے ہیں آپ (ایک کمرے کی طرف اشارہ کر کے) وہاں
چل کے ٹھہریں۔ تھوڑی دیر میں آجائیں گے۔ یہ کہتے ہی اُس نے خادمہوں اور غلاموں کو حکم دیا
کہ ”آپ کو توجا کے وہاں بٹھاؤ۔ تاکہ آرام کریں، اور ستا کے سفر کی کلفت و دور کر سب خیر دلا آپ
کو کسی بات کی تکلیف نہ ہونے پائے اور جو چیز مانگیں فوراً مہیا کر دی جائے“

خدا مَن لوگوں کو ادھر لے گئے اور یہ نوعمر لڑکا قصر کے صحن میں سمندر کے کناٹے کناٹے
ٹپٹنے لگا۔ اور خدام قصر کے ہجوم سے بگلا ہی تھا کہ ایک ہم سن حور و شہ پری پیکر سامنے آگئی جو چار
آنکھیں ہوتے ہی عجیب اغماؤں دریا نہ سے مسکرائی اور مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھا دیا۔ نوجوان نے
کچھ ایسی متانت سے جو قبولے دیتی تھی کہ دلی جذبات کو دبا کے زبردستی پیدا کی گئی ہو کہا ”ضیا!
اچھی تو رہی؟“

ضیا۔ (ایک طفلانہ مزاحیہ کے سوا پانچ طرف سے) ”جیسی ہوں تھیں کیا؟“
ابن طعن آمیز جواب نے نوجوان کے دل پر بجلی سی گولادی جیسے اُس کی آواز کی متانت کو
بٹا ہی کے رکھ دیا ہوتا مگر مضابط نوجوان نے دل کو سمجھایا۔ اور اس ماہوش حسینہ کا ہاتھ اپنے
ہاتھ میں لے کے ٹپٹتا ہوا لوگوں کے مجمع سے دور بھٹک گیا۔ اور جب اطمینان ہو گیا کہ اب ہماری
باتوں کو کوئی نہ سن سکے گا بولا ”ہاں! طاعت ضیا۔ ایسا نہ کرو کہ یہ کبھی کبھی جو تم سے دو چار باتیں کہنے
اور تمھاری پیاری صورت دیکھنے کا موقع مل جاتا ہو یہ بھی ہاتھ سے بھٹک جائے۔ بھٹکے آبا جان
کو میرا بھٹکا دانا مانا ہوتا بہت ناگوار گزارتا ہو۔ مجھے کبھی تم سے باتیں کرتے دیکھ لیتے ہیں تو صبر
تدبیریں کرنے لگتے ہیں کہ پھر اس کی نوبت نہ آئے۔ ہمارے نقل و حرکت کی نگرانی کے لئے جاسوس
لگے ہوئے ہیں جو انھیں روز روز کی خبر پہنچا دیا کرتے ہیں۔ آج جو مجھے تمھاری زیارت کا یہ ذرا
موقع مل گیا ہو کل دیکھ لینا کہ اس کی بھی انھیں خبر ہو جائے گی۔ اور روک کی کوئی نئی تدبیر نہ پڑا
کر دی جائے گی۔“

ضیا۔ ”یہ کیسے ہو گا کہ ہم دونوں رہیں تو ایک گھر میں گلیں چلیں نہیں؟“

نوجوان یہی ہوتا ہو۔ اور جب تک ہم دیرِ فرغانے کے زیرِ حکومت ہیں یہی ہوگا۔ میں بیان نہیں کر سکتا کہ تھکائے شوق میں میری کیا حالت ہو۔ تم نہیں جانتیں تو تھکائے کمرے کے دروازے کو دیکھا کرتا ہوں۔ میں جو قصر کے سامنے گھنٹوں ٹھٹھاتا ہوں یہ فقط اس امید پر ہوتا ہے کہ شاید کبھی تھکارا جلوہ نظر آجائے۔ تھکائے والدِ فرغانہ تو اس کے بالکل ردِ ادا نہیں مگر خدا جانتے تم میرے اس شوق کو کس نگاہ سے دیکھتی ہو؟ میرا دل یہ یقین دلا دلا کے مجھے اکثر تسلیاں دیا کرتا ہے کہ میرے اس سچے شوق اور اس دلی محبت کا کچھ نہ کچھ اثر ضرور ہوگا۔ لیکن افسوس ابھی تک اس کا ثبوت نہیں ملا۔ معلوم ہوتا ہے مجھے دھوکا ہی دھوکا ہے۔ تھکائے دلیرِ ذرا بھی اثر ہوتا تو مجھے بقیاراری کے ساتھ قصر کے سامنے بیٹھتے دیکھ کے کبھی تو کھڑکی کھول کے اپنی ایک جھلک دکھا دیتیں؟ خدا جانتے تھکائے والد نے میری طرف سے کیا کیا لٹکا کے تھیں میرے خلاف کر دیا ہے؟ جس کی وجہ سے تم کو اپنی صدمت دکھانے میں بھی تامل ہے۔“

ان باتوں کو سن کے نازنین لڑکی دیر تک سر جھٹک کے سوچتی رہی۔ چہرہ بتا رہا تھا کہ اُس کے نازک اُمبھرے ہوئے سینے کے اندر شوقِ دنیا میں سخت لڑائی ہو رہی ہو جس وقت ضیا کا چاند چہرہ جھٹکا تھا اس وقت شرمِ دنیا کا غلبہ تھا۔ مگر چند منٹ کی اندرونی لڑائی کے بعد جب اُس نے اپنا پسینا ہوا نام چہرہ آہستہ آہستہ اور اُٹھایا۔ اور شرمِ آلودہ زنگی آنکھیں جو نوجوان کی مشتاق آنکھوں کا سامنا کرنے کی تاب نہ لاسکتی تھیں جذباتِ شرم کو دبا کے دوچار کیں اور اپنے دل از دست دادہ رفیق کی پیامِ عشق لانے والی نظروں کی گدگدائی برداشت کر سکی تو صاف ظاہر ہو گیا کہ اُس کے سینے کے میدان کا زور میں شوقِ محبت اور جوشِ الفت کو جذباتِ حیا و ندامت پر گوری فتح حاصل ہو گئی۔ اب وہ جواب دینے کے لئے تیار تھی مگر اسی طرح جیسے سمر اندر کرنے والی آنکھوں کا معمول از خود رفتہ ہو کے دہی کیا کرتا ہے جو عامل کی مرضی ہو۔ بولی: ”شاہزادے تھکادی محبت کا میرے دل پر اثر ہے۔ میں تم سے زیادہ بقیار ہوں۔ مگر بے بس ہوں، اباجان نے مجھے تم سے ملنے کو منع تو نہیں کیا۔ لیکن جس قسم کی وہ نگرانی کرتے ہیں اُس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ میرا تھکارا دل اُن کے آنکھیں منظور نہیں ہے۔ آنکھوں نے میری دایہ آریہ میری مشاطہ مر جانہ اور میری لٹدی مٹلدا کو تاکید کر دی ہے کہ جہاں تک بے مجھے تم سے ملنے نہ دیں۔ اگر کبھی ملوں تو آنکھیں خیر کر دیا کریں۔ بھلا یہ کبھی تھا کہ تم میرے کمرے کے سامنے آتے اور میں دروازہ کھول کے تم کو نہ دیکھتی؟ مگر آنکھیں عورتوں کے دل سے چپکے میٹھی رہتی ہوں۔“

نوجوان "بہر حال میں خوش نصیب ہوں۔ میرے دل کی بیتابیاں بے اثر کئے نہ رہیں لیکن ملنے کی کیا تدبیر کیجائے؟ مجھ میں اب ضبط و صبر کی تاب نہیں ہے۔ ملاقات کی کوئی صورت پیدا ہونی چاہئے۔" ضیا "یہ مشکل ہے۔ اچھا، آؤ ہم تم کسی اور ملک میں چلے چلیں۔ یہاں کے سبباجاں ہوں گے آزاد رہیں گے۔"

نوجوان "آہ! تم ایسی بے غرتی اور بدنامی کے لئے بھی تیار ہو! اگر میں اس کو نہ بھٹکائے لئے پسند کرتا ہوں نہ اپنے لئے۔"

ضیا "اور یہ بھی خرابی ہو کہ تم یہاں سو چلے گئے تو تخت و تاج ملنے کی امید خاک میں مل جائے گی؟" نوجوان "تخت، تاج! تمھارے وصال کے آگے تخت و تاج کیا چیزیں؟ تم پر جان تک فدا کرنے میں رنج نہ کروں گا۔ مگر ہاں یہ نہیں چاہتا کہ تمھاری عزت و ناموس میں دھبہ لگے۔"

ضیا "پھر کیا ہو سکتا ہے؟ یہاں وہ کے تو میں کچھ نہیں کر سکتی اچھا ایک بات ہو مگر تباہ اگر تمھیں تنہائی میں میرے پاس آنے اور خلوت میں ملنے جلنے کا موقع ملے تو تم میری آبرو لینے کا ارادہ تو نہ کرو گے؟" نوجوان "حیرت و استعجاب سے" "میری نسبت تمھیں ایسا خیال ہے؟ بیچ پاک دل اور سچی محبت سے تمھاری صداقت کی پرستش کرتا ہوں، رزلیوں اور بدکار شہدوں کی سی حرکت کر دوں گا! میری محبت کی یہی قدر ہے؟ میرے عشق کا یہی انجام ہے؟"

ضیا "مراۓ مانو۔ مارے مجھ سے یہی کہتی تھی۔ اُس نے مجھے ڈرا دیا ہو کہ تم سے میل جول بڑھانے کا یہی انجام ہوگا۔ اور مردوں کے قول قسم کا اعتبار نہیں۔" نوجوان "طیش سے" "جن مردوں سے اُسے سابقہ پڑا ہوگا۔ ایسے ہی ہونگے مگر صقلیہ کا ایک عالی نسب شاہزادہ ایسی ذلیل حرکتیں نہیں کر سکتا۔"

ضیا "یہی سن کے میں تمھارے پاس آئے اور تم سے ملے بھول کھاتی ہوں۔ بہت جی چاہتا ہو کہ تمھارے پاس اٹھوں بیٹھوں، رزلیوں۔ تمھارے سامنے بیٹھ کے تمھاری صورت دیکھوں، آؤ تمھاری باتیں سنوں۔ چھپانے سے کیا فائدہ؟ تم مجھے اچھے معلوم ہوتے ہو۔ تمھاری صورت دیکھ کے میں خوش ہوتی ہوں۔ تمھاری باتوں میں میرا دل لگتا ہو۔ مگر جب سے مارے نے ڈرا دیا ہو تمھارے سامنے سے بھاگتی ہوں۔"

نوجوان "اور اب تک تمھارے نزدیک میرا اعتبار نہیں ہے؟" ضیا "اب کیوں نہ ہونے لگا تھا؟ مگر میرے سامنے قسم کھاؤ کہ میری عزت و آبرو پر کبھی حملہ نہ کرو گے؟"

نوجوان نے بھولی پری دش نازین کے اطمینان کے لئے قسم کھائی اقرار کیا، اور کہنے لگا، "تو پھر اب
لے لی کیا تدبیر ہو؟"

ضیاؔ میں نے اپنی مسلمان مشاطہ مر جانہ سے سنا ہوا کہ مصر کے ایک بادشاہ نے اپنے اور اپنے دو
کے مکانوں کے درمیان ایک پوشیدہ راستہ رکھا تھا جس سے ہو کے جب ضرورت ہوتی دونوں
ایک دوسرے سے مل آیا کرتے۔ وہ راستہ بادشاہ کے کمرے کے تہ خانے سے زمین کے نیچے ہی نیچے
ذیر کے کمرے تک گیا تھا۔ اور اُس میں سے بچنے کے ذریعے دونوں مکانوں میں ایسے بنائے
گئے تھے کہ پٹ دیوار میں بالکل وصل تھے۔ جو ذرا بھی نہ کھلتا، اور کوئی نہ زور غور کرے نہ بچان سکتا
ان دو دزدوں کی بچیاں ایسی تھیں کہ بغیر انکے کوئی لاکھ زور لگائے نہ کھل سکتے اور کبھی لگاتے ہی
آپ سے آپ کھل جاتے۔ ایسا ہی ایک راستہ اور دزدانے تم اپنے اور میرے کمرے کے درمیان بنوا
نوجوانؔ یہ نہ کوئی ایسا آسان کام ہو اور نہ اتنی جلدی کا کہ دو ایک دن میں ہو جائے۔

ضیاؔ (مسکرائے) "اگر تھیں مجھ سے لے کر شوق ہو اور دل میں سچا جوش ہو تو پھر ہی جائے گا۔ سنا
ہوں فادس کی ایک حسین ملکہ شیریں کے عاشق فرما دے پہاڑوں میں کاٹ کے دودھ کی نہر جاری
کر دی تھی تو کیا صقلیہ کے شاہزادے الغاسو سے میرے لئے ترنا بھی نہ ہو سکے گا؟"

الغاسو (اس لئے کہ شاہزادہ الغاسو ہی نوجوان ہو) اپنی محبوبہ کے ہر شوق جیسے ادب کے
بھولے پن کے ہر شوق کو نہایت ہی متانت و سنجیدگی کی نگاہ سے دیکھا کرتا تھا۔ یہ کلمات سننے ہی ایک
بے اختیار کی کہ جوش سے بول اٹھا۔ تھائے لے مجھ سے سب کچھ ہو سکے لیکن افسوس یہ راز کا کام ہو
جس کی کسی کو خبر نہ ہونی چاہئے اور تھائے والد کی موجودگی میں اس کا انجام پانا مشکل معلوم ہوتا ہو۔

ضیاؔ وہ تو اسی ہفتہ میں سینا جانے والے ہیں اور اُدھر ہی سے ملک کے دورے کو چلے جائیں گے۔ چاہے
پانچ مہینے باہر رہیں گے اس وقت ہم کسی کو اپنے کمرے کے پاس نہ آنے دینگے۔ اور تم کسی اچھے ہوشیار کاگیر
کو لاکے بنالینا۔ یہ کہہ رہی تھی کہ دیکھا ذیر فرماں گھوڑے پر سوار آ رہا ہو اور جلوس کے سوار ہمراہ
رکاب ہیں۔ گھبرا کے بولی۔ "اباجان آگئے۔ میں جاتی ہوں۔ گرویکھو جو کچھ میں نے کہا ہو اسے بھول نہ
جانا۔ یہ کہہ کے ضیا چلی گئی۔ اور نوجوان الغاسو سوچ میں پڑ گیا۔ یہاں تک کہ ذیر بالکل قریب آ گیا،
اور وہ اپنے خواب شوق سے یک بیک چونکے اٹکے استقبال کے لئے آگے بڑھا۔

ذیر نے جیسے ہی نوجوان الغاسو کو دیکھا تعظیم کے لئے گھوڑے سے اُپر اُڑا۔ ادب سے سلام
کیا۔ اور دعائے دولت دینے کے بعد پوچھا۔ یہ جہاں کہاں سے آئے ہیں؟

الفانسو: شاہ الجوزہ کا ایلچی آپ سے ملنے کو آیا ہو۔ میں نے (اشارہ کر کے) اُس کمرے میں بٹھرا دیا ہے اور خدمت کے لئے آدمی مقرر کر دئے ہیں۔

فرمان: یہ لوگ بار بار مرسلت کرتے ہیں کہ ہم اُنکے طرفدار بن کے نیپلز سے علاقہ لڑائی چھوڑیں۔ یہاں کے لوگوں کا رجحان انہیں کی طرف ہو۔ مگر ہم خواہ مخواہ کو لڑائی مول لینا مصلحت کے خلاف سمجھتے ہیں۔ غیر میں تھوڑی دیر کے بعد ملوں گا۔ آپ نے اُنکے بٹھرنے کا انتظام کر ہی دیا ہو؟ یہ کہہ کے وزیر اپنے کمرے میں گیا۔ اور الفانسو نے اپنے کمرے کی راہ لی۔

دوسرا باب

دربارِ عقلیہ اور اسکی سائنس

ان دنوں عقلیہ کی حکومت کسی بیرونی ملک کے تحت نہ تھی۔ ابھی تھوڑے ہی دن ہوئے اُسے مسلمانان الجوزہ کی اطاعت سے آزادی ملی تھی جو عقلیہ پر قبضہ کرنے کے بعد ایطالیہ کے جنوبی و مشرقی علاقے پر بھی قابض ہو گئے تھے۔ مدت دراز تک اُن کی حکومت قائم رہنے کا یہ اثر اب تک باقی تھا کہ تمام اہل عقلیہ علی العموم عربی زبان میں گفتگو کرتے اور عربی کی تعلیم پاتے تھے نصف سے کچھ ہی کم آبادی مسلمانوں کی تھی اور سارے خیرے میں جو ہزار ہا مسجدیں تعمیر ہو چکی تھیں ان میں سے اکثر ابھی تک آباد تھیں۔ یہاں کے مسیحیوں پر بھی عربی معاشرت کا اس قدر اثر تھا کہ اکثر خاندانوں میں عربی نام رکھنے چلتے اور آدابِ صحبت و دیگر تمدنی معاملات میں شام و مصر کی پیروی کی جاتی۔ چنانچہ شاہی خاندان کی جعفر لڑکیوں کے نام بھی عربی تھے، وزیرِ آزادی کا نام صفا تھا۔ اور اُس کے بناؤ سنگھار کے لئے سلمان مشاطہ مصر سے بلوائی لگائی تھی۔

فران دوائے عقلیہ فی الحال ”موتینا“ تھا جس کے نام کو عربوں نے اپنے مذاق کا تصرف کر کے ”ہر جان“ بنادیا۔ اور یہ تصرف دربارِ عقلیہ میں اس قدر پختہ ہوا کہ علی العموم وہ ہر جان ہی کے نام سے پکارا جاتا۔ ابر سے پہلے اُس کا بڑا بھائی کارلوس پیر رارائے سلطنت تھا۔ کارلوس نہایت ذہن پرست اور ادلو الغرم فران دوا تھا۔ اور اُس کے رعب و اب سے تمام اُمراء و دربار کا پتہ تھے، اتفاقاً پلرمو کے ایک دولت مند رئیس سے اُس کی بہن بورائن سے ناجائز تعلقی ہو گیا۔ جس پر وہم ہو کے اُس نے اُس

زانی سردار کو قتل کر ڈالا۔ بوران نے اس کے انتقام میں اپنے مردم فریب چمن اور اپنی عصمت فروشی کی قوت سے پورا پورا کام لے کے تمام سردارانِ فوج اور اُمراءِ دربار کو بھائی کے خلاف کر کے پلمبو میں بغاوت کرادی اور انجام یہ ہوا کہ کارلوں قتل کیا گیا اور اسکی جگہ دوسرا بھائی مہرجان تخت پر بیٹھا۔ مہرجان کو چونکہ سلطنت بہن کی کارگزاریوں سے ملی تھی اس لئے ہر معاملہ میں اس کا مطیع و فرمانبردار تھا۔ اور بوران اخلاق و معاشرت کی حد سے قدم آگے بڑھاکے پولیسکل معاملات میں بھی دخل دیا کرتی۔ مہرجان لادلد تھا۔ اور بوران کی ایک بیٹی تھی سلطانہ جسے وہ چاہتی کہ بھائی کی ولیہ عہد مقرر کر لے۔ مہرجان بھی اس پر آمادہ ہو گیا تھا۔ اور ملک کے اعلیٰ سے اعلیٰ استاد اور لاجواب صاحبانِ فن اُس کی تعلیم و تربیت کے لئے منتخب کئے گئے، اور جو داشت و پرداخت اُس کی ہو رہی تھی کشتی شہزادہ کی نہ تھی۔ مگر رعایا اور تمام اُمراءِ دربار اس کے خلاف تھے کہ اُن کی ہمت کی مالک ایک عورت بنائی جائے۔ اور اسی اندیشہ سے بادشاہ مہرجان کو علانیہ طور پر اُس کے دلی عہد مقرر کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ بڑا بھائی یعنی مظلوم و مقتول تاجدار کارلوں جیتے جاگتے دو ہونہار فرزند چھوڑ گیا تھا۔ بڑا دان رادرق جسے خود بادشاہ نے اپنی زیرنگرائی اور خاص اپنے قصر میں رکھ کے پالنا شروع کیا اور چھوٹا الغاسو جسے تیم ہوتے ہی مہرجان نے اپنے وزیرِ اعظم فرزان کے آغوش میں سے دیا کہ اسے اپنے قصر میں رکھ کے فرزندوں کی طرح پالے اور علم و فضل کے زیور سے آراستہ کر کے اچھی تربیت دے، چنانچہ الغاسو جسے ناظرین پہلے باب میں کچھ چکے ہیں وزیر مذکور کے قصر میں رہتا تھا۔

وزیر فرزان بڑا مدبر سلطنت اور سچیدہ کارروائیاں کرنے کا بادشاہ تھا۔ ہر کام بحسب حکمتِ علی سے انجام دیتا۔ اور اسی وجہ سے بادشاہ پر نہایت حدی تھا۔ اور دوسرے وزراء کی اُس کے سامنے کچھ اصل حقیقت دیتی۔ اُس نے شاہزادہ الغاسو کو بہت اچھی تعلیم دلائی فنونِ جنگ میں باکمال بنا دیا۔ اور باوجود اس کے کہ اُس کی حقیقت الغاسو کے مقابلہ میں باپ کی ہی تھی، مگر بظاہر اُس کو کل دیوی ادب کرتا جو بادشاہوں اور شاہزادوں کا ہونا چاہئے لیکن الغاسو باپ ہی کی طرح اُس کا پاس لحاظ کرتا تھا۔

بوران ان دونوں بھتیجیوں کی مانی دشمن تھی۔ اور جانتی تھی کہ جب تک یہ زندہ ہیں میری بیٹی کو لئے تخت گاہ کا راستہ صاف نہیں ہو سکتا۔ شاہ مہرجان اُس کا غلام تھا۔ اور مجال نہ تھی کہ کوئی آہ بہن چاہے اور صاحبِ تاج بھائی اُس کے پوتے کے لئے پر آمادہ نہ ہو جائے۔ اسی لئے وہ بھی بھتیجیوں کے خون کا پیاسا تھا۔ مگر اُمراءِ سلطنت اور فاضلہ وزیر فرزان سے ڈرتا۔ جو دونوں شاہزادوں کے

دوست اور حامی دمدگا رہتے۔ اور یہ حالت ہو رہی تھی کہ ادھر بہن کے کہنے سے بادشاہ نے شاہزادوں کی آزاد دہی کی کوئی تدبیر نہ کی اور ادھر وزیر کے اشارے سے رعایا میں برہمی پیدا ہوئی جس سے خوف کھا کے بوران اور مہرجان دونوں فرزان کی خوشامد کرنے لگے۔ یا کوئی ایسی بات پیدا کر دی کہ بوران اور بادشاہ کا سب کیا دھرا سیکار گیا۔

اتفاقاً ان دونوں خبر آئی کہ صقلیہ کے شہر سیتا میں جو ابطالیہ سے ملا ہوا ہو سلطنت نیپلز کے بعض داعیوں اور جاسوسوں نے سازش کر کے بغاوت کے آثار پیدا کر دیے ہیں۔ بوران کے مشورے سے مہرجان نے وزیر فرزان کو محل میں بلا کے حکم دیا کہ ”تم فوراً دہاں جا کے اس اندیشہ ناک بغاوت کو صحت معلیٰ سے فرو کر دو۔“ تہنہ جو باغیوں کو سخت سزا دو۔ اور اتنی فوج بھی ساتھ لیتے جاؤ کہ اگر وہ لوگ برسرِ پیکار ہوں تو ان کی پوری سرکوبی کر دی جائے۔“

قبل اس کے وزیر جواب میں لب ہلائے۔ بادشاہ کی بہن بوران جو اس کے برابر بیٹھی تھی بولی ”اور ہاں شاہ! اسی سلسلہ میں سائے ملک کا دورہ بھی کر آؤ۔ چار پانچ مہینے میں تم سب شہروں میں ہو آؤ گے۔ اور ہر طرف سے اطمینان ہو جائے گا۔“

شاہ مہرجان ”ہاں یہ بھی بہت ضروری ہو جاتے ہو تو بغیر سب شہروں کا چکر لگائے نہ واپس آنا، فرزان ”جو حضور کا حکم ہو۔ مگر مجھے تیاری کے لئے ایک مہینہ کی مہلت ملنی چاہئے۔ فوج کا جمع ہونا ہو۔ سفر کا سامان بھرا کر نا ہو۔“

شاہ مہرجان ”افوہ! ایک مہینہ اب تو ہو جائے گی سیتا میں فوراً پہنچنے کی ضرورت ہو اور تاخیر میں خدا جانے کیا کیا دشواریاں اٹھ کھڑی ہوں گی۔“

بوران ”اور یہاں زیادہ ٹھہرنے کی ضرورت ہی کیا ہو؟ جتنی فوج پلڑوں میں موجود ہو ساتھ لے لو۔ باقی چیزیں اور فوج کھتیں برابر پہنچتی رہیں گی۔“

فرزان ”تو پندرہ دن سہی۔“

شاہ مہرجان ”یہ بھی زیادہ ہو۔“

بوران ”میں بتاؤں بس ایک ہفتہ کافی ہو۔ آج کون دن ہو؟ دو شنبہ بس لگے دو شنبہ کو روانہ ہو جاؤ۔“

فرزان ”بہت خوب۔ میں دو شنبہ کو یہاں سے چل کھڑا ہوں گا۔ یہ کہہ کے وزیر برخصتی آداب بجا لاگے واپس آیا۔ اس کے جانے کے بعد بوران نے بھائی کی طرف دیکھ کے کہا ”اب سرکام بن جائیگے اس کی غیبت میں دونوں ملائق ٹکڑوں کی زندگی کا خاتمہ ہو جائے گا جو آپ کے لئے سب سے بڑا

خطرہ بنے ہوئے ہیں۔ اور اپنے باپ کا بدلہ لینا چاہتے ہیں۔
 شاہ مہرجان : ان دونوں کی وجہ سے مجھے کبھی زندگی بھر چین سے سونا نہیں نصیب ہوا۔ اور اس
 بدخواہ اور مکار وزیر کی چالائیوں سے جسے میں اپنا خیر خواہ اور خالص دوست خیال کرتا تھا کچھ روز نہیں
 چلتا۔ بس تم ہی اسے زیر کر دو گی جس طرح تم نے کار توں سے میرے لئے تخت خالی کر دیا ویسے ہی ان
 دونوں سانپ کے بچوں کے بھی سر کچل کے مجھے اطمینان لا دو گی۔
 بوران : فرمان دیاں ہوا۔ اور میں نے دونوں کا زندگی کا خاتمہ کر دیا۔ اس گفتگو کے بعد بادشاہ
 اور بوران جدا ہو کر اپنے مکانات میں گئے۔ اور اسی خوفناک فیصلہ پر اس صحبت کا خاتمہ ہوا۔

تیسرا باب الجزائر کی سفارت

فرمان بھی کوئی معمولی وزیر نہ تھا۔ بوران کی باتوں سے فوراً آگیا کہ مجھے باہر بھیجنے میں بادشاہ
 اور ان کی بہن کا کیا مقصد ہو۔ کئی دن تک سوچتا رہا کہ اپنی غیبت میں دونوں شاہزادوں کی جان
 بچانے کی کیا تدبیر کروں۔ اسی فکر میں تھا کہ الجزائر کا سفیر آیا اور اُسے ایک دوسری فکر پیدا ہو گئی؟
 وہ عربی سفیر سے ضروری اخلاق و تہذیب کے ساتھ ملا اور پوچھا ”آپ کون لوگ ہیں؟ اور کس غرض
 سے آئے ہیں؟“

تین جزائری سردار تھے جن میں سے ایک نے جو سب کا سرگروہ تھا کہا ”میں الجزائر کا وزیر بھی بن
 سعد مرابطی ہوں۔ اور یہ دونوں میرے رفیق عیسیٰ بن احمد البلوعی اور جن بن شہاب السکوینی ہماری
 فوج کے زبردست قائد (سپہ سالار) ہیں ہم سب اس لئے آئے ہیں کہ آپ کو پھر سمجھائیں کہ موجودہ کوئی
 میں آپ ہمارا ساتھ دیں۔ شاہ مہرجان نے پہلی سفارت کے جواب میں ہماری درخواست قبول کرنے
 سے انکار کر دیا۔ لیکن اب اپنے سلطان کے حکم سے ہم آپ کے پاس گئے ہیں کہ اس مسئلہ پر بحث کر کے آپ کو
 انجام کے تمام پہلو سمجھائیں۔“

فرمان : جب خود حضور شاہ مہرجان انہما کر چکے تو میں کیا کر سکوں گا؟
 سچی : ہمارے خیال میں آپ کی مصلحت بھی اس کی تقاضی ہو کہ تیلپاز کے مقابلہ میں ہمارا ساتھ دیجئے، اور

آپ اگر چاہیں تو سمجھا کے اور تمام مصلحتیں پیش نظر کر کے حضور بادشاہ کو اس جانب مائل کر سکتے ہیں۔
 آپ کا خبرہ اسلامی حکومت سے پہلے ٹیپلز والوں ہی کی ماتحت تھا۔ اسلامی اثر نے آپ کو آہنا آزاد
 کر دیا کہ اب آپ کسی کے مایع نہیں ہیں۔ مگر یہ آزادی اُسی وقت تک ہو جب تک ہم میں آپ میں اتحاد
 ہو۔ اس خبر پر سے ہمارا اثر بڑھنے ہی ٹیپلز والے فوج کشی کر کے فوراً قبضہ کر لیں گے۔ جسے وہ اپنا
 پرانا حق تصور کرتے ہیں۔ یہاں کی رعایا میں ایک بڑی بھاری تعداد مسلمانوں کی جو جوہارے ساتھ
 ہیں اور ہرگز نہیں چاہتے کہ یہاں کی سلطنت ٹیپلز کے متعصب عیسائیوں کی جنبہ داری کرے۔
 قرآن ”یہ میں جانتا ہوں اور ہمارے بادشاہ کو بھی اس کا علم ہو اور اسی وجہ سے سلطنت صقلیہ
 نے اس وقت تک ٹیپلز والوں کی جنبہ داری نہیں کی۔ اگرچہ اُدھر سے بار بار اصرار ہوا۔“

”یکہ“ لیکن آپ کی سلطنت کی سلامتی اور خیریت اسی میں ہو کہ آپ ہمارا ساتھ دیں۔
 قرآن ”خیر میں اس بارے میں غور کر دوں گا۔ آپ دو چار روز یہاں ٹھہریں اتنی مدت میں سوچ کر اُدھر
 رائے دُور سے مشورہ کر کے میں آپ کو جواب دوں گا۔“

انجرائے سیفروں نے وزیر کی یہ تجویز قبول کی۔ اور اپنی قیام گاہ کو گئے۔ اُنکے جاتے ہی وزیر
 قرآن نے دربار صقلیہ کے ایک صاحب اثر وزیر مرکیس کو بلا بھیجا۔ جو ایک گھنٹہ کے اندر ہی آپہنچا۔
 اُس کے آنے کی خبر پاتے ہی وزیر قرآن اُس کے استقبال کے لئے باہر نکل آیا۔ اور نہایت اخلاق
 سے اپنے ساتھ لائڈر لے گیا۔

وزیر مرکیس خاص شاہی خاندان سے اور بادشاہ مہر جان کا بہن عم تھا۔ عہدے کے اعتبار کو
 وہ ابھی بہت کم سن تھا۔ تیس برس سے زیادہ عمر نہ تھی اور اُسے اعزاز کے طور پر وزارت کے خطاب کے
 ساتھ فوج کی علیٰ فہری دیدی گئی تھی۔ مہمات سلطنت سے اُسے بہت ہی کم تعلق رہا کرتا تھا۔ لیکن
 شاہی خاندان کا ایک رکن ہونے کی وجہ سے رعایا اور فوج پر اُس کا اثر تھا۔ سال خوردہ وزیر
 قرآن نے اپنے خلوت کے کمرے میں پہنچنے کے اور اطمینان سے بیٹھ کے مرکیس سے کہا ”اس وقت چین
 آجکے دو نہایت ہی اہم اور نازک ضرورتوں کے لئے تکلیف دی ہو۔ لیکن اُن کی گفتگو درمیان میں
 آنے سے پہلے میں چاہتا ہوں کہ مجھ میں اور آپ میں اتحاد کی کھیتی اور خلوص محبت پر مضبوط عہد و پیمان
 اور قسم ہو جائے۔“

مرکیس نے میں ہمیشہ سے آپ کا ادب کرتا اور آپ کو سچا خیر خواہ ملک و ملت جاننا ہوں۔ اگرچہ آپ سے
 تعلقات بہت ہی کم ہے۔ مگر آپ کی سچی خدمت وطن کا ہمیشہ محزون ہوں۔ لہذا آپ سے اتحاد پیدا

کرنے کو میں اپنا خرم سمجھوں گا۔ اور آپ جس امر میں عہد و پیمان لینا چاہتے مجھے ذرا بھی تامل نہ ہوگا۔
 قرآن :- تو میں قسم کھاتا ہوں کہ کبھی کوئی امر آپ کی مرضی کے خلاف نہ کروں گا۔ ہمیشہ آپ سے سچی اور
 خالص محبت رکھوں گا۔ اور نیک نیتی و خیر خواہی کے ساتھ آپ کی ہر خدمت بجالانے کے لئے تیار
 رہوں گا۔ اس کے ساتھ اقرار کرتا ہوں کہ سلطنت میں ہمارے آپ کے اغراض و مقاصد ہمیشہ ایک ہونگے
 اور میں کسی امر میں آپ سے اختلاف نہ کروں گا۔ اس پر میں خدا کی۔ اتنا ہم ملتے کی، انجیل مقدس کی
 تمام دلیوں اور شہیدوں کی مقدس خاتون مریم کی۔ اور کل دلیہ بی بیوں کی قسم کھاتا ہوں :-
 مرکتس کے نوجوانی کے سائے دل پر اس حلف کا بڑا اثر ہوا۔ فوراً اُس نے بھی اسی طرح
 صاف لغظوں میں عہد و پیمان کیا۔ اور قسم کھائی۔ اُس کے قسم کھانے پر وزیر قرآن بہت خوش ہوا،
 اور کہا :- اب اس اتفاق و بیگانگی کے عہد و پیمان کو عملی صورت میں لانے کے لئے آئے ہم دونوں
 اٹھ کے گرجو شہی سے بلگیر پریس اور پھر قسم کھائیں کہ یہ بیگانگی زندگی بھر قائم رہو گی۔ یہ رسم بھی ادا
 ہو گئی، اور قرآن نے اطمینان سے پیٹھ کے کہا "میرے دوست مرکتس۔ آپ دیکھتے ہیں کہ بدکاروں نے جیسا
 بورا کن نے کیسی آفت مچا رکھی ہو؟ اور بادشاہ ہرجاں کس طرح اُس کے غلام ہو رہے ہیں؟"
 مرکتس :- میں دیکھتا ہوں۔ اور نہ مات سے سر نہیں اٹھا سکتا کہ ہمارے ہی خاندان کی ایک عورت
 اپنی سہ کارہی کی کالک ہم کے منہوں میں لگا رہی ہو؟
 قرآن :- یہ بھی اُس کی ذات تک محدود تھا۔ اور ہم اس کی پردہ ہوتی۔ مگر اب اُس کے مظالم کمال
 ناقابل برداشت ہو گئے ہیں۔ وہ اس کی درپے ہو کہ دونوں شاہزادوں دان مادوق اور الغائبو
 کو قتل کر ڈالے تاکہ اُس کی بیٹی سلطانی کے لئے تخت خالی ہو۔
 مرکتس :- افسوس! ایسی ظالم! ایسے معصوم بچوں کے خون کی پیاسی! تو جہاں تک بنو ابن تیم و مظالم
 شاہزادوں کی جان بچانی چاہئے۔ اب اس خاندان میں یہی دہرے لگے باقی ہیں جو تخت و تاج کے تخت
 ہو سکتے ہیں؟
 قرآن :- بورا کن اور بادشاہ نے ان کی جان لینے میں کوئی بات اٹھا نہیں کہی، مگر میں نے ہمیشہ
 بچایا۔ اور ان کی ایک بھی نہ چلنے دی۔ اب آخر عاجز آکے یہ تدبیر کی گئی ہو کہ میں باہر بھیجا جاؤں اور
 میرے پیچھے دونوں کا کام تمام کر دیا جائے۔ سینا سے خبر آئی کہ ایٹالیہ والوں کی سازش سے وہ انکی
 رعایا سرکشی پر آمادہ ہو۔ اس ہم کے لئے میں منتخب کیا گیا۔ اور تاکید ہو کہ سائے ملک کا دودھ کر کے
 واپس آؤں۔ اور صاف الفاظ میں کہا گیا کہ چار پانچ مہینے مک باہر رہی رہوں :-

مرکیس: ”آپ چلے گئے تو ان شاہزادوں کی زندگی کا خدا ہی حافظ ہو۔“
 قرنان: ”اسی لئے میں نے آپ کو اپنی دوستی کے لئے متعجب کیا ہو۔ چاہتا ہوں کہ وفات کا کا رو با
 آپ کے ذہن کروں۔ اور اپنے جملہ خدمات آپ کے سپرد کر جاؤں۔“
 مرکیس: ”مجھے اس کے قبول کرنے میں مہذب نہیں۔ مگر آپ کی سی دانائی و فراست میں کہاں سے لاؤں گا؟“
 قرنان: ”آپ مجھ سے زیادہ عدلی سے ان دونوں جانوں کی حفاظت کر سکتے ہیں۔ فوج اور رعایا
 دونوں آپ کے زیر اثر ہیں جب تکھی آپ کو پتہ لگے کہ ان کا ایسے ظلم کا ارادہ ہو فوج کو ابھاریں گے۔ یہ
 خوب جاننے کا ظالم ہمیشہ بزدل بھی ہوا کرتا ہو۔ بوران اور بادشاہ دونوں اس اندیشہ سے کانپنا
 کرتے ہیں کہ رعایا ان کی مخالفت میں نہ اٹھ کھڑی ہو۔“
 مرکیس: ”مگر مجھے معلوم ہی کیوں ہونے لگا کہ انھوں نے قتل کے لئے کیا سازش کی ہو؟ اور کس دن
 ان بے گناہوں کی جان پر حملہ ہوگا؟“

قرنان: ”یہ آپ کو فوراً معلوم ہو جایا کرے گا۔ فوج و رعایا کے خوف سے وہ جب تک آپ کو بلا نہ لینگے
 ایسی جرات نہ کرینگے۔ اسوقت تک وہ ہمیشہ میرے ملائے کی کوشش کرتے رہے۔ میں نے کبھی کھلے
 الفاظ میں اختلاف نہیں کیا۔ اس کی وجہ سے اپنی ہر تدبیر وہ مجھے خود ہی بتا دیا کرتے تھے۔ اور میں
 واقعہ ہوتے ہی اس کی روک کر دیا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ اب انھیں میری طرف سے بے اعتباری
 اور بدگمانی پیدا ہو گئی۔ اور مجھے اپنا دشمن خیال کرنے لگے۔ میں کل آپ کو لے جا کے ہلاؤں گا۔ اور
 کموں گا کہ اپنے تمام کام میں ان کی تفویض کرتا ہوں۔ میرے جاتے ہی وہ آپ کے ملائے کی کوشش
 کرینگے۔ اور آپ بھی وہی طریقہ اختیار کیجئے گا جیسے میں آج تک عمل کرتا رہا۔“

مرکیس: ”لیکن مجھے ایک بات کا بڑا اندیشہ ہو۔ شاہزادہ الغاسقو آپ کے یہاں ہیں۔ یہاں پہرہ
 جو کی مقرر کر کے ان کے بچانے کا کچھ انتظام کیا بھی جاسکتا ہو مگر شاہزادہ دان رادق خود بادشاہ
 کے محل میں اور بالکل ان کے اختیار میں ہیں۔ ان کی حفاظت کا کیا بندوبست ہو سکتا ہو؟“
 قرنان: ”دان رادق کا بچنا میرے اختیار سے بھی باہر تھا۔ اس لئے کہ نہایت آسانی سے وہ ہر
 غریب کی جان لے سکتے تھے۔ مگر غنیمت یہ ہو کہ وہ چاہتے ہیں ایک ہی ساتھ اور ایک ہی زمانے میں دونوں
 کی زندگی کا چراغ گل کیا جائے۔ ظلم کی بُروبی نے انھیں ڈرا دیا ہو کہ اگر ایک بھائی لانا گیا تو دوسرا
 اس کا انتقام لینے کے لئے اٹھ کھڑا ہوگا۔ اور اختیار سے باہر ہو جائے گا۔ اور دوسری رعایا بھی
 اس کے ساتھ ملے گی۔ بس یہی ایک خوف ہو جسے اس شاہزادے کی جو بالکل اُنکے ہاتھ میں ہو جان

بجائے گئی ہو؟

مرکیس :- (مطمئن ہو کر) "اب میں خدا نے چاہا تو آپ کی غیبت میں ان دونوں کی حفاظت کر دینگا۔"
فرمان :- ایک اور بات بھی میرے خیال میں آئی ہو۔ آج سلطان الجزائر کے سفیر میرے پاس آئے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ نیپلز والوں کے مقابلے میں ہماری سلطنت ان کا ساتھ دے ان کی ایک صفائی اسی بلے میں چند روز ہوئے بادشاہ کے پاس بھی آئی تھی۔ ان سے صاف استنکار کر دیا گیا تھا۔ اب وہ لوگ میرے پاس اس لئے آئے ہیں کہ میں بادشاہ کو سمجھا کہ اسپر راضی کر دوں۔
مرکیس :- یہ تینوں جہاز آپ کے قصر کے سامنے آئیں گے کھڑے ہیں؟

فرمان :- انھیں کے۔ میرا خیال ہے کہ اگر ان لوگوں کو یہیں ٹھہرایا جائے اور بادشاہ سے کہا جائے کہ یہ شاہزادوں کے طرفدار ہیں اور اس لئے آئے ہیں کہ وہ دونوں شاہزادوں کی حفاظت کریں اور صقلیہ کے تمام مسلمانوں کو ان کے موافق بنائیں تو بادشاہ پر اس کا بڑا گہرا اثر پڑے گا۔ اور مکے خوت کے ان کی جانوں پر حملہ کرنے کی جرأت نہ کر سکیں گے۔
مرکیس :- مگر یہ لوگ اپنا ارادہ کیوں ظاہر کرنے لگے؟

فرمان :- اسپر میں انھیں آمادہ کر دوں گا۔ بلکہ میں کو امید دلاؤں گا کہ اگر تم نے میرا یہ کام کیا اور میری عدم موجودگی کے زمانے میں یہاں ٹھہرے رہے تو دوسرے سے واپس آ کے میں سلطنت صقلیہ کو تمھارا دوست بنادینگا۔

مرکیس :- تو کیا آپ کے نزدیک یہ مناسب ہے کہ اس لڑائی میں ہم ان الجزائر کی مسلمانوں کا ساتھ دیں؟
فرمان :- یقیناً۔ صقلیہ کی فلاح اسی میں ہے کہ ان لوگوں کا ساتھ دیا جائے ان کا خطرہ ودد ہوا اور نیپلز والوں نے صقلیہ پر قبضہ کر لیا جس کے وہ ہمیشہ سے آرزو مند ہیں۔ میں واپس آ کے بادشاہ کو یقین دلاؤں گا کہ سارا ملک ان لوگوں کے موافق ہو اور اگر ان کا ساتھ نہ دیا گیا تو ہر شہر میں بغاوت ہو جائے گی۔ اس وقت وہ مجبوراً نیپلز کے مقابلے میں اشتہار جنگ دے دیں گے۔
مرکیس :- ابن احمد کو آپ مجھ سے بہتر سمجھتے ہیں اس لئے میں مخالفت نہیں کر سکتا۔

اس مشورے کے مطابق یہی تجویز قرار پا گئی۔ دوسرے دن وزیر فرمان نے مرکیس کو بلے جاکے اپنا قائم مقام مقرر کرادیا۔ جیسر نوران اور بادشاہ دونوں خوش ہوئے۔ اس لئے کہ وہ واپس سمجھتے تھے کہ ہم جدوجہد میں ہونے کی وجہ سے مرکیس ان کا بڑا ساتھ دے گا اور اگر اسے حکومت کا لالچ دلا گیا تو ہماری غرض پوری کرنے پر فوراً آمادہ ہو جائے گا۔

جزاری سیفر کو بھی سب باتیں بتادی گئیں۔ اور وزیر فرزان نے ان سے وعدہ کیا کہ میں دوسرے سے واپس آتے ہی آپ کی غرض پوری کر دوں گا۔ مگر آپ اپنے کو دونوں شاہزادوں کا طرفدار اور محافظ ظاہر کیجئے۔ یہ منظر ہر ہونے پائے کہ آپ لوگ فیملز سے مخالفت اور لڑائی کرانے کے لئے آئے ہیں۔ ان کا رد وائیموں کے بعد وزیر فرزان نے سینا کی راہ لی۔ اور وزیر کیس مہمات سلطنت کو انجام دینے کے ساتھ شاہزادوں کی حفاظت کرنے لگا۔ وآن وادرق کی حفاظت کا تو قدرتی سامان موجود تھا۔ مگر افغانسو کی حفاظت کے لئے اس نے ایک شاہزادہ کو مستقل سپرو ویزر کے قیصر مقرر کر دیا۔ اور ہر روز صبح کو خود آگے وہ وزیر زادی ضیا اور شاہزادہ افغانسو دونوں کی خیریت دریافت کرتا۔

چوتھا باب

”نگاہ شوق خیز کرتی ہو دیوار آہن میں“

اب افغانسو کو اپنی معشوقہ ضیا کا سوال پورا کرنے کے سوا کوئی فکر نہ تھی شب و روز اسی دھن میں رہتا۔ اُس کی عمر اٹھارہ برس سے زیادہ نہ تھی اور ضیا اس سے ایک سال چھوٹی تھی، اس لئے دونوں کا طفلانہ جوش الفت اُنکے دل و دماغ پر ابرقہر جادی تھا کہ کسی اور چیز کا خیال نہ تھا۔ افغانسو ضیا کا سوال پورا کرنے کو اپنی زندگی کا اہم ترین کام خیال کرتا اور اسی پر اسے اپنی زندگی کی ساری خوشیاں منحصر نظر آتیں۔ اپنے خادم خاص لیگا کو بھیج بھیجے دریافت کرنا کہ شہر میں محارمی اور دودگی کی کون کون اعلیٰ درجے کے استاد ہیں۔ مگر ایک ہفتہ گزر گیا وزیر فرزان کو گئے دو روز ہو گئے اور قابل الطینان کا ریکروں کا پتہ نہ لگ سکا۔

جو جستجو میں ناکامی ہوتی تھی، اُس کی پریشانی بڑھتی جاتی تھی۔ اور قیامت یہ تھی کہ اب عشق نے اُسے اس فکر کے سوا اور کسی کام کا نہ رکھا تھا۔ جب کچھ اسی اُدھیر پن میں ہوتا۔ سو نیچے سو نیچو خیال آیا کہ اچھا ہوا جو کمر میں کوئی اچھا کاریگر نہیں ملا۔ اول تو یہاں اعلیٰ درجے کے کاریگر نہیں ہیں اور ہوں بھی تو اُن کی ماہر داری پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا۔ ہزار بیغ کر دیا جائے مگر یہ ممکن نہیں کہ گھر جا کے اپنے کسی راز دار دوست سے نہ کہیں۔ اور اگر کسی کو بھی خبر ہو گئی تو سارے شہر میں مشہور ہو جائیگا۔

مجھے اس کے لئے کوئی اور ہی تدبیر کرنی پڑی ہے۔ فوراً لیگا تو کو منع کر دیا کہ اب کسی کاریگر کو نہ تلاش کرو۔
ادنے منصوبے سوچنے لگا۔

دوسرے دن اپنے کمرے سے بچل کے کچھ دیر تک لب آب ٹھلا۔ پھر جا کے خزاری سیفر ذریعہ
بن محمد ابلی سے ملا۔ اُس کی مزاج پُرسی کی۔ ادکھا "یہاں آپ کو کبھی بات کی تکلیف تو نہیں
ہو؟ جس چیز کی ضرورت ہو بلا تامل مجھے خبر کروا کیجئے فوراً انتظام ہو جائے گا"

تجلی کو خدام قلعہ سے معلوم ہو چکا تھا کہ شاہزادہ الفاتسو جس کی حفاظت کے بہانے سے وہ یہاں
ٹھہرا ہوا ہو یہی ہو۔ اُس کی صورت دیکھتے ہی تعظیم کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔ ادب سے سلام کیا۔ ادکھا
عاجزی سے کہا "حضور کی عنایت سے مجھے کبھی بات کی تکلیف نہیں ہو"
الفا نسو "آپ اپنے وطن سے یہاں کے دن میں آئے؟"

"جی ہاں۔ میں تو ہوا کے ناموافق ہونے سے بیس دن میں آیا لیکن اگر ہوا موافق ہو تو دس روز میں جہاں
وہاں سے یہاں آجاتا ہو؟"

الفا نسو "میں آپ کے وہاں سے دوچار حبشی غلام منگوانا چاہتا ہوں جو اچھے تربیت یافتہ و شائستہ ہوں
مطیع و فرما بردار ہوں۔ اور ہماری زبان میں گفتگو کر سکتے ہوں۔ آپ جا کے بھیج دیں گے؟"

"جی ہاں۔ حضور نے خوب موقع پر فرمایا۔ ہمارا ایک جہاز کل واپس جائے گا اور دوچار دروہاں قیام
کر کے کچھ ضروری سامان لائے گا۔ میرا جو ملازم جاتا ہو اُس کو تاکید کروں گا کہ ان صفات کے ہوتے
ہی عمدہ نو عمر غلام حضور کے لئے لیتا آئے۔ یہ کوئی مشکل کام نہیں ہو۔ ایک ہی مہینہ کے اندر میں غلاموں
کو حاضر کر دوں گا۔"

الفا نسو "مسکرا کر" تو ایک مشکل کام کی بھی میں فرمائش کر دوں؟"

"جی ہاں۔ ضرور حضور کے ہر حکم کی تعمیل کو اپنا فخر سمجھو گے۔"

الفا نسو "میں نے سنا ہو آپ کے یہاں ہمارا درباری بہت اعلیٰ درجے کے ہیں مجھے ایسے دوچاہئے
ہی ہوشیار کاریگروں کی ضرورت ہو۔"

"جی ہاں۔ اس خدمت کو بھی میں بجالا سکتا ہوں۔ ہمارے یہاں کے کاریگر تو کچھ زیادہ مشہور نہیں ہیں سب
اچھے معمار اور برہمنی مہر و شام کے ہوتے ہیں لیکن جن اتفاق سے ان دنوں اسی قسم کے اعلیٰ سے اعلیٰ
کاریگر ہمارے سلطان نے ایک جامع مسجد اور اپنے قصر کی تعمیر کے لئے قاہرہ سے بلوائے ہیں۔ اگر حضور
کو ضرورت ہو تو دوچار یہاں چلے آئیں گے۔"

الغاسقو: اگر آپ ایسے چار کارگر گمراہ دیں گے تو میں نہایت ہی شکر گزار ہوں گا۔ لیکن یہ بہت ہی راز کا کام ہو کسی اور کو اس کی خبر نہ ہونے پائے حتیٰ کہ خود وزیر فرزان اور مرکتیں کو بھی اطلاع نہ ہو۔
 بھلی: کسی کو خبر نہ ہوگی اور ان غلاموں کے ساتھ ہی چار کارگر بھی آجائیں گے۔
 الغاسقو: تو ضرور بلوائے۔ میں نہایت ہی شکر گزار ہوں گا۔ اور ہیشہ آپ کا احسان مند رہوں گا۔
 بھلی: حصوا ایسا نہ فرمائیں۔ ہم غلام ہیں۔ اور ہمارا کام آپ کی خدمت بجالانا ہے۔

اس کے بعد تھوڑی دیر اور باتیں کر کے الغاسقو اپنے کمرے میں گیا۔ اور نہایت ہی مطمئن تھا کہ خدا نے بڑی خوبی و رازداری کے ساتھ اس کام کا سرانجام کر دیا۔ اب منتظر رہتا کہ ناز آفریں ضیا سے ملنے کا کوئی موقع ملے تو اس سے کہہ دل کہ اب مجھے آپ کی شرط پوری کرنے کا موقع مل گیا ہے۔
 تیسرے دن صبح کو دریا کنارے ضیا کے کمرے کے سامنے کھڑا تھا۔ منتظر سمندر کی طرف تھی، اڈول اس آفتاب حسن کے مطلع کی طرف جو اس کا قبلہ آرزو تھا۔ یکایک دروازہ کھلا۔ ہمیشہ ضیا ہنستی ہوئی بھل آئی۔ اور یہ معلوم ہوا کہ روشن آفتاب پوری آب و تاب کے ساتھ بھل آیا۔ الغاسقو کی آنکھیں چکا چوند ہو گئیں۔ اور آنکھوں سے زیادہ اضطراب دل پر طاری ہوا۔ مگر ایک آنا فائیاں لپکو سمبالا اور کہا: ”آج آفتاب کدھر بھلا؟“ اس کے جواب میں ضیا نے میاکی اور شوخی کی اداؤں سے خود الغاسقو کی طرف اشارہ کر کے کہا: ”اُدھر سے“

الغاسقو: ہاں میرے دل کا داغ بھی آفتاب سے کم نہیں۔ پھر ذرا تامل کر کے بولا: ”تھکائے والد کو گئے آج چار دن ہوئے۔ مگر تم نے آج تک اپنا جلوہ نہ دکھایا؟“
 ضیا: وہ نہیں تو ان کے جاسوس تو لگے بیٹھے ہیں؟

الغاسقو: معلوم ہوتا ہے میری ہمت میں حسرت ہی حسرت ہے، چچا اور بھوپھی خون کے پیاسے ہیں۔ ایک تم جو جس سے دل صد چاک کو تسلی ہوتی ہے، مگر تم بے رحم ہو۔ عنقریب میں بوڑھلا جاؤں گا۔ اور تم سے ملنے کی آرزو دل ہی میں رہ جائے گی۔

ضیا: وطن بادشاہ اور ظالم بھوپھی کے آزار سے بچنے کی بھی تدبیر سچو میں نے بتائی کہ میرے اور اپنے کو دیکھ کر دریاں خفیہ راستہ بنا لو۔ اور رات کو میرے کسی کمرے میں آکے سو رہا کرو۔ قابل آئیں گے بھی تو نام کام جائیں گے۔ اب آبا جان باہر جا چکے مگر تم نے کچھ نہ کیا۔ جلدی کرو۔ ورنہ موقع نہ ملے گا۔

الغاسقو: تھکائے آبا جان بیشک چلے گئے، مگر جن جاسوسوں کے ڈر سے انکے پیچھے پیچھے بھی تم مجھے

اپنا جلوہ حسن دکھاتے ڈرتی ہو وہ تو موجود ہیں؟ کاریگروں کا بھی انتظام ہو گیا۔ وزیر فرزان بھی چلے گئے۔ مگر میں تھکے کمرے میں نہیں آ سکتا کہ شرمگ اور راستہ کا انتظام کروں۔ آدھی، مرچا نہ اور شکر لڑا کے ٹانے کی کیا تدبیر ہو؟

ضیا: ”اُن کو ہم ملا لیں۔ اُن پر بھرائی کی جائے۔ بھر دیا گیا جائے۔ اور انعام و اکرام سے راز دہ بنایا جائے تو وہ ہمارے موافق ہو جائیں گی۔ یوں اُن کا مالنا اور ہٹا مشکل ہو۔ مگر میں چاہتی ہوں کہ اس مخفی راستہ کی انھیں بھی خبر نہ ہونے پائے۔“

الفا نسو: ”مگر اس کا کیا علاج اُنکے سامنے میں تھکے یہاں بھی نہیں آ سکتا؟“

ضیا: ”اسی کام کے لئے انھیں ملانا چاہئے۔“

الفا نسو: ”تو یہ کب ہو گا۔ میرے قتل ہو جانے کے بعد؟“

ضیا: ”بار بار قتل کا لفظ زبان سے نہ سنا لا کر دیکھا تو جگر اڑا ہو اور مجھے ہول آتی ہو۔ میں آج ہی سے اُن کے موافق بننے کی کوشش شروع کر دوں گی۔ اور اُن میں سے جو جو کچھ میں آتی جاؤ گی اُسے کوئی معمولی پیغام دے کے تھکے پاس بھیج دیا کروں گی۔ تم اُسے سمجھا بھجھا کے اور دے دلا کے ہموا بنالینا۔“

الفا نسو: ”تو جلدی بھیجنا شروع کر دے۔ اس لئے کہ اب زیادہ مہلت نہیں ہو۔ تھکے والد کے آنے سے پہلے ہی یہ کام پورا ہو جانا چاہئے۔ لیکن ابھی ایک اور بات کا بھی انتظام کرنا ہو۔ وزیر فرزان کے بعد وزیر مرکیس ہمارا محافظ قرار پائے ہو۔ اور اُسے ایک ہزار سپاہی پرے پر مقرر کر دے ہیں جو ہر وقت قصر کو چاروں طرف سے گھیرے رہتے ہیں۔ اور ہٹلا کرتے ہیں۔ ہماری کارروائی کو اُن کو کوئی نظر سے نہ پڑے رہنا چاہئے۔“

ضیا: ”بے شک۔ مگر اس کا انتظام میں کروں گی۔ مرکیس رز آ کے دریافت کراتے ہیں کہ تھیں کسی بات کی تکلیف تو نہیں ہو۔ ابھی آئیے کہ تو کھلا بھیجوں گی کہ ہر گھڑی ان سپاہیوں کے ادھر موجود رہنے سے ہماری آزادی اور میرے فرق پڑتا ہو۔ آپ اپنے آدمیوں کو حکم دے دیجئے کہ قصر کے پچھوٹے دروازوں اور صحن تین طرف دیکھ بھال رکھیں۔ سند کی طرف اُن کے آنے کی ضرورت نہیں ہو۔ اگر اُن کو کوئی خدشہ ہو گا بھی تو اس کی نگرانی یہ جزائی بہادر کریں گے جو سامنے لنگر انداز ہیں مجھے یقین ہو کہ وہ میرا کتال مان لیں گے۔ میں نے جب کبھی کسی کام کو اُن سے کہا اُنھوں نے فوراً پورا کر دیا۔“

الفا نسو: ”مرکیس قلعہ کے اور میرے محافظ ہیں۔ اس سے مجھوری ہو دیتے اُن کا دوزخ دہرائی نا اور

تھکے آدمیوں سے ملنا مجھے اچھا نہیں معلوم ہوتا لیکن جو کام انھوں نے اپنے ذمہ لیا ہو اس کی وجہ سے ہم اس کے گوارا کرنے اور ان کے شکر گزار ہونے پر مجبور ہیں۔ خیر یہ تو ہوگا۔ اور ہورہا ہو۔ مگر ضیا کیا جب تک یہ تہ خانے کا راستہ نہ بن لے میں تھکے دیدار کو یونہی ترسا کر دں گا؟

ضیا۔ جب میری خادمہ عورتیں موافق ہو جائیں گی روز ملاقات ہوا کرے گی۔

یہ کہہ کے ضیا نے نہایت ہی پھرتی کے ساتھ اپنے کمرے میں واپس جا کے دروازہ بند کر لیا اور الغاسقو کچھ دیر تک اسی طرف ٹھکلی باندھے لیٹنے کے بعد اپنے کمرے میں واپس آیا۔ ضیا کی کوشش سے ایک ہی ہفتہ کے اندر اس کی دایہ ماریہ موافق ہو گئی۔ اور جب وہ شاہزادے سے اکیس ٹی اور اس کے اخلاق کو دیکھا تو اس کی حد سے زیادہ گریہ ہو گئی۔ اب دایہ نے کوشش شروع کی کہ ٹٹلا اور مر جانہ کو بھی ملائے۔ دایہ کی باتوں لیکن ان کی لطافتوں اور خود شاہزادے کی سجدہ عنایتوں اور شفقتوں نے ان دونوں کو بھی موافق بنا لیا۔ اور اب الغاسقو کے راستے میں کوئی خطرہ نہ تھا وہ روز صبح شام ہوا کے ضیا سے ملتا۔ اور ضیا کی یہ حالت تھی کہ جب تک الغاسقو سامنے نہ بیٹھا ہوتا کسی کام میں دل نہ لگتا۔

ان پر لطف صحبتوں کو بھی ایک ہفتہ گزر گیا۔ اور دونوں عاشق و محشوق دینا دینیا کو بھولے ہوئے تھے۔ یہ حالت ادبیر رنگ دیکھ کے ایک دن دونوں کے سامنے ماریہ نے کہا۔ آپ کے لئے کاہی نقشہ ہے تو ہماری ناک چوٹی کٹ جائے گی۔ تھوڑے دنوں میں وزیر صاحب آجائیں گے اور آپ کے لئے نہ یہ آزادیاں رہیں گی نہ لئے کے ایسے موقعے پھر آپ سے دل کو روکتے نہ رہیں گے۔ ساری دنیا میں مشہور ہو جائے گا۔ اور ہم لوگ کہیں کے نہ رہیں گے۔

(ضیا سے) بیوی میں یہ نہیں کسی نہ بلو۔ مگر آخر ملنے کی کوئی حد بھی ہو۔

(الغاسقو سے) اور صاحب عالم آپ کو دنیا کا کوئی اور کام بھی ہو؟

ضیا۔ (الغاسقو سے) "تم ہر روز اور ہر وقت نہ آیا کرو۔ اور سب سے چھپ کے آیا کرو۔"

پھر سب سے الگ ہو کے الغاسقو کے کان میں کہا ابا جان کے آنے کو وہی چار مہینے رگڑ گئے ہیں مگر بھیس کچھ فکر نہیں۔ ابھی تک تو تم ہی اپنی پریشانی بیان کیا کرتے تھے مگر اب اپنے ساتھ مجھے بھی پریشان کر دے۔ تم کو خدا نے صبر دیا ہو۔ مگر مجھ میں اتنی تکلیف اٹھانے کی طاقت نہیں ہے آخر وہ تیر بھی ہوگی یا نہیں؟

الغاسقو۔ میں نے بہت ہی معقول انتظام کیا ہو۔ ہفتہ عشرہ میں کام شروع ہو جائے گا۔

القاسم صحبت میں بڑے واقعی بھول گیا تھا۔ اُسے یاد ہی نہ تھا کہ مجھے کیا کراہو۔ اس وقت یہاں سے اٹھا تو میدھا انجراڑ کے ذریعہ کی کے پاس گیا اور کہا ”آپ کا جاز آیا کرتے ہیں؟ اور نہیں آیا تو کب تک آنے کی امید ہو؟“

”سچی“ اسی ہفتہ میں آجائے گا۔“

القاسم ”ایسا تو نہیں ہو کہ وہ کاریگر نہ آئیں؟“

”سچی“ ضرور آئیں گے۔ میں نے ایسی تاکید سے لکھا ہو کہ خود ہمارے سلطان اچھے سے اچھے کاریگر چھانٹ کے بھیج دینگے۔“

القاسم ”مجھے اُن کا سید انتظار ہو۔ وہ لوگ جیسے ہی آئیں مجھے بلوایے گا؟“

اُس کے تیسرے دن انجراڑ کا جاز آ گیا۔ اور اُس میں غلام اور چار بڑے چابکدست معمار اور بڑھی آگے جو اپنے فن میں جواب نہ رکھتے تھے۔ ذریعہ کی نے انھیں فوراً اپنے ایک خادم کے ساتھ شازہ کے پاس بھیجا۔ جن کو دیکھ کے وہ بہت ہی خوش ہوا۔ اسی وقت خود جاکے سچی بن سکا شکر یہ ادا کیا اور واپس آ کے تہائی میں اُن کاریگروں سے عربی زبان میں کہا (اُس نے تمام امرات صقلیہ کی طرح وہ بھی عربی میں بے تکلف گفتگو کر سکتا تھا) مجھے تم سے ایک بہت ہی نازک کام لینا ہو۔ اور ایسی رازداری کے ساتھ کہ یہاں کسی اور کو خبر نہ ہونے پائے۔“

ایک معمار ”حضور وہ کام بتائیں تو ہم عرض کریں کہ ہم سے ہو سکے گا یا نہیں۔“

القاسم ”میں اپنے اس کمرے سے قلعہ کے اُس سرے کے ایک کمرے تک زمین کے نیچے نیچے ایک پتھر راستہ بنانا چاہتا ہوں جس کے کنارے کے دروازے دونوں طرف ایسے ہوں کہ بغیر ہمارے کھولے کسی ہو کھل نہ سکیں۔ اور کمرے کی دیوار میں اس طرح پیوست ہوں کہ کوئی غور بھی کرے تو نہ پہچان سکے کہ یہاں دروازہ ہو۔“

معمار ”(سچو کے) امید تو ہو کہ ہم بنالیں گے۔ ہم نے بڑے بڑے قلعوں کے نیچے کوسوں تک سرنگیں بنانے کے راستے بنائے ہیں مگر ان میں اس بات کی کوشش نہیں کی تھی کہ کنارے کے دروازوں کو کوئی پہچان نہ سکے لیکن جس دیوار میں دروازہ ہو گا اُس کا آثار بہت چھوٹا ہونا چاہئے۔“

القاسم ”ابن قلعہ کی دیواروں کے آثار بہت چھوٹے ہیں۔ یہ کہہ کے اُس نے اٹھ کے اپنے کمرے کی دیوار میں دکھائیں جن کا آثار دو گنے زیادہ تھا۔“

معمار ”بہت کافی ہو۔ اور ہم حضور کی مرضی کے موافق راستہ اور دروازے بنا دینگے۔“

الغاسقو: یہ کام کتنے دنوں میں ہو جائے گا؟

معمار: اگر نہیں پچاس مزدور دئے جائیں تو ایک مہینہ میں تیار کر دیں گے۔

الغاسقو: مگر میں چاہتا تھا کہ اس کام میں یہاں کے کسی مزدور سے کام نہ لیا جاتا۔ یہ بالکل راز کا کام ہے اور یہاں کے کسی آدمی کو بھی خبر ہوئی تو سارے شہر میں مشہور ہو جائے گا۔

معمار: تو ایک صورت ہو سکتی ہے آپ وزیر خجی سے کہہ دیں۔ اگر ان سے اجازت مل جائے تو ہم ان تینوں جزائی جہازوں کے خلاصیوں سے کام لے لیں گے۔

الغاسقو: میں کہہ دوں گا۔ اور ان کے اخلاق و محبت سے امید ہے کہ اجازت بھی دیدینگے۔

معمار: تو حضور مہینہ ڈیڑھ مہینہ میں تیار لیں۔

الغاسقو نے اسی وقت جا کے وزیر الخراج خجی بن سعد سے کہا۔ اُس نے خلاصیوں کو کام کرنے کی اجازت دیدی اور دوسرے ہی دن سے کام شروع ہو گیا۔

نازنین ضیا کے کہنے سے وزیر مکتس نے پہرے والوں کو ہدایت کر ہی دی تھی کہ وہ لوگ قصر کے سامنے یعنی قصر اور سمندر کے درمیان میں نہ آیا کریں۔ ضیا کے جس کمرے میں راستہ بچنے والا تھا اسے ضیا نے چھوڑ دیا تھا۔ اور زمانہ تعمیر میں وہ اندر سے بند رکھا گیا۔ اس لئے اُس کی خادماؤں کا بھی وہاں گزرنہ ہوتا۔ اور تمام لوگوں کو وہاں آنے کی بالکل ممانعت تھی۔ مشہور کیا گیا کہ ضیا اور شاہزاد کے کردوں کی درستی اور نقاشی ہو رہی ہے۔ جہانکے خلاصی وزیر خجی کے حکم سے کام کرنے کو خشکی پرانگو اور کمال اطمینان و رازداری کے ساتھ کام شروع ہو گیا۔

خلاصی معماروں کی ہدایت کے موافق زیر زمین سڑک کھودنے لگے۔ جس کا سلسلہ لیچا نو کی نگرانی میں الغاسقو کے کمرے سے شروع کر دیا گیا۔ چاروں معماروں میں سے دو نے الغاسقو کے کمرے میں اور دو نے ضیا کے کمرے میں دیوار توڑ کے دروازے بنا کر شروع کئے، ایک مہینہ کے اندر سڑک اور دروازوں کا سلسلہ مل گیا تو انھوں نے سڑک کے اندر دنی حصہ میں استرکاری کر کے اور دروازوں پر درغن پھیر کے ایسے سترے جو پہلے نقش و نگار بنا کر شروع کئے کہ دیکھ کے عقل دنگ رہ جاتی۔ اور دونوں کردوں اور دیگر زیر زمین راستہ کو شداد کی جہت بنا دیا۔ دروازوں کے پٹ دیوار میں خوب پیوست کر دیئے گئے۔ اور نقش و نگار کا سلسلہ دروازوں اور دیواروں پر اس طرح ملا دیا گیا کہ کوئی لاکھ غلو کرے یہ پتہ نہ چل سکتا کہ دروازہ کہاں پر ہیں۔ دونوں کردوں کے دروازوں کی دو کنبیاں رکھی گئیں ایک الغاسقو کے پاس تھی اور ایک ضیا کے پاس۔ کنبی لگائے ہی پٹ پیچ سے پھٹ کے اور دب کے دونوں پہلوؤں کی دیواروں میں غائب

ہو جاتے۔ اور دوسرے ٹکٹے پر ہاتھ پڑتے ہی پھٹتے اور ابھر کے لپکتے اور بالکل یہ معلوم ہوتا کہ کسی طلسمی اثر سے دیوار بھیڑی اور پھر آپ ہی آپ بل کے برابر ہو گئی۔ کچھوں کے دکھانے کی جگہ بھی ایسی مخفی اور بے نشان بنائی گئی کہ کسی کو وہم گمان بھی نہ ہو سکے۔ اور اس سے بھی زیادہ تعریف کی یہ بات تھی کہ کچھ ٹکٹے دروازے کے کھلنے اور بند ہونے میں بالکل آواز نہ آتی۔ اگر کوئی دیوار کے پاس ہی دوسری طرف منہ کے بیٹھا ہوتا تو کسی کے دروازے سے نکل کے آنے اور پھر دروازے کے بند ہو جانے کی اسے ذرا بھی خبر نہ ہوتی۔

الغائب اور قضا وہ دونوں نے اس راستہ اور دروازوں کو نہایت ہی پسند کیا۔ کاریگروں، اور فردروں کو ان کے حوصلہ سے زیادہ انعام نے کے رخصت کیا۔ جو کام سے فراغت کرتے ہی الجزائر میں آئے۔ اور عقلیہ میں کسی کو ذرا بھی معلوم نہ ہو سکا کہ وزیر فرنان کے قصر میں کیا ترمیم ہوئی ہو۔ اب بڑے اطمینان اور آزادی کے ساتھ اندر ہی اندر قضا اور الغائب کو ایک دوسرے کے پاس آ کر رفت شروع ہو گئی۔ جس کی کسی کو مطلق خبر نہ ہو سکتی۔ قصر کے لوگوں کو صرف یہ معلوم تھا کہ باہر کے کاریگر بلوائے قصر میں کچھ تعمیر ہوئی ہو۔ چنانچہ وزیر کرکس نے ایک دن الغائب سے پوچھا۔ میں نے سنا ہے کہ آپ نے الجزائر سے کاریگر بلوائے اپنے کمرے میں کچھ بنوایا ہو؟ اُس نے کہا ”مجھے اپنے مکان کے سمجھے اڑ کہا سترہ کرنے کا بڑا شوق ہو۔ ان عربوں سے سنا تھا کہ قصر کے صنایع و نقاش چھت اور در و دیوار پر بہت ہی اچھے نقش و نگار بناتے ہیں۔ اس کے ساتھ یہ بھی معلوم ہوا کہ اب جکل بہت سے مصر کے کاریگر الجزائر میں آئے ہوئے ہیں۔ ان سے فرمائش کر کے میں نے چند کاریگر بلوائے اور اپنے کمرے میں نقش و نگار بنوائے۔ وہ قضا کو ایسے پسند آئے کہ انہوں نے بھی اپنے کمرے میں بنوائے، دیکھے کیسے نفیس میل بوٹے بنائے ہیں کہ کمرے میں قدم رکھتے ہی معلوم ہوتا ہو انسان کی طلسمی مکان میں چلا گیا۔ یہ کہہ کے اُسے ساتھ لیل کے اپنا کمرہ دکھایا۔ کرکس دیکھتے ہی عرش پر گر گیا، اور کہا ”یہ آراستگی اور سجادہ تو یہاں کسی بادشاہ کے محل میں بھی نہیں نظر آ سکتی۔ خدا آپ کو اس میں رہنا مبارک کرے۔ اگر وہ کاریگر موجود ہوں تو میں بھی ان سے کچھ بنوانا چاہتا ہوں۔“

الغائب نے ان کو دلچسپی کی اس قدر جلدی تھی کہ کام ختم کرتے ہی جہاز پر سوار ہونے چلے گئے، اور ان میں تو سارے قصر میں ایسے ہی نقش و نگار بنوا لیتا۔

اب اس کے بعد سے یہ معمول تھا کہ قضا کا جب جی گھبرا تا اندر ہی اندر غائب ہونے کے الغائب کو پاس چلی جاتی۔ اور جب وقت الغائب کو زیارت مجدد کا شوق ہوتا تو اسے سکھت اُس کے پاس آ پہنچتا،

بوران اور شاہ مہرجان نے اُس زمانے میں اُس کے قتل کا کئی بار ارادہ کیا مگر ہر دفعہ ناکامی ہوئی، اس لئے کہ ادا ل تو زبردست پہرے اور جزائی جہازوں کے موجود ہونے کے اندیشے سے کسی دشمن کو قصر کے پاس پھٹکنے کی جرات ہی نہ ہوتی۔ اس پر بھی بوران کے پیچھے ہوئے قاتل دود دفعہ الغاسق کے کمرے کے اندر بھی پہنچ گئے مگر اُسے غائب پایا۔ اور ناکام واپس گئے۔ بوران نے آخری یہ تدبیر کی کہ کرکیس کو بلا کے اور اُس کے حال پر غیر معمولی عنایت ظاہر کر کے اُسے امید دلائی کہ اگر تم ان دونوں لڑکوں کو کسی حکمت سے قتل کر ا دو تو میں تمھارے ساتھ سلطانہ کی شادی کر دوں گی، اور تم ہی ملکہ صفلیہ کے خود مختار شوہر بن گے۔ کرکیس اس فقرے میں آجھا۔ مگر ادا ل تو وزیر فرزان کے ساتھ عہد پیمان اور قول و قسم ہونے کا خیال آیا۔ دوسرے دن میں سوچا کہ جیسا چاہیں بوران کا ہو ویسا ہی سلطانہ کا بھی معلوم ہوتا ہو کچ نہیں تو آگے چل کے اور تخت پر بیٹھنے کے بعد ہو جائے گا۔ اور یہ سوا تو وہ میری دشمن ہوگی، اور میری زندگی عذاب میں ہو جائے گی اور یہ بدگمانی بے اصل بھی تھی، سلطانہ کی عمر ۲۵ سال سے زیادہ تھی۔ الغاسق سے تین چار برس بڑی تھی، جوانی کا جوش شونخ و شرارت کے عنوان سے نمایاں تھا۔ ماں کی سی میاکی اور بے حیائی اُس میں بھی تھی، امیر زادوں سے لگاؤ کرنے میں اکثر اُس کو ایسی آزادیاں اور بے اعتدالیات ظاہر ہوئیں کہ پُر مومین بنام ہونے لگی تھی۔

آخر چار پانچ مہینہ ہو گئے۔ وزیر فرزان سینا کا انتظام کرنے اور باغیوں کو سزا دینے کے بعد سارے جزیرے کا دورہ کر کے واپس آ گیا۔ اور تمام باتوں کو یہاں اپنی مرضی کے موافق پاکے بہت خوش ہوا مگر اس کا شکریہ ادا کیا۔ اور جب یہ سنا کہ اُس کو سلطانہ سے شادی کر دینے تک کا لالچ دیا گیا مگر اُس نے اپنی عہد کے خلاف نہ کیا تو فرزان اُٹھ کے اُس سے پلٹ گیا، اور کہا ”واہ سچے و نادار ایسے ہوتے ہیں! اور ایسے ہی ثابت قدم عہدہ داروں کی سلطنت کو ضرورت ہے۔“

اس کے بعد اُٹھ کے بیٹی کے پاس گیا جس سے اُسے بے انتہا محبت تھی۔ اور جیسے ہی اُس کے بیڑی کرنے میں قدم رکھا خادما میں اپنے آقا کی صورت دیکھ کے سہم گئیں ماریہ گھبرا کر قصبہ کے پاس دوڑی گئی جو کمال بے فکری سے بیٹھی ہوئی الغاسق سے باتیں کر رہی تھی، اور کہا ”ہو ہو بڑا غضب ہوا۔ آپکے آبا جان انگو برابر دالے کمرے میں ہیں۔“

ضیا ”تو تم گھرائی کیوں جاتی ہو؟ بلا لاؤ“

ماریہ ”اے ہائے شانہ زلے کو تو چھپائے“

ضیا ”میں چھپا دوں گی تم آبا جان کو بلا لاؤ کر میرا یہ کمرہ اُسے دکھیں“

مارتیر۔ آپ کو تو کسی بات کی غیرت نہیں ہے۔ مگر میں کہیں کی نہ ہوں گی۔ خدا کے لئے جلدی چھپائے
ورنہ قیامت ہو جائے گی۔

ضیا۔ کہتی تو ہوں تم اباجان کو بلاؤ۔ یہ بھی چھپے جاتے ہیں۔

مجبوراً مارتیر دل ہی دل میں ضیا کو برا بھلا کہتی اور کوستی ہوئی واپس گئی۔ اتنی دیر میں افانسو
ترخانے میں ہو رہا۔ اور مارتیر نے وزیر کے ساتھ آکے دیکھا تو افانسو کا پتہ نہ تھا، وزیر نے آکے پہلے بیٹھی
کو لگے لگایا۔ پیار گیا اور کہا ”بیٹی پہلے تم اکثر مجھے مول و غلین نظر آتی تھیں، اب کی تھیں خوش نشاش
دیکھ کے میں بہت ہی خوش ہوا“ پھر کمرے کے نقش و نگار دیکھ کے بہت ہی پسند کئے اور کہا ”یہ کون سا
استاد کا ریگزل گیا جس نے تمھارے کمرے کو جنت کا مکان بنا دیا؟“

ضیا۔ اباجان۔ افانسو نے کہیں سے کارگر بلوا کے اپنے کمرے میں ایسے ہی بیل بوٹے اور نقش و نگار
بنوائے تھے۔ میں نے سنا تو پانیہ کرہ بھی ان سے درت کر لیا۔

وزیر۔ بہت اچھا کیا۔ میں اب افانسو کے کمرے کو بھی جا کے دیکھوں گا۔

بیٹی سے چند باتیں کر کے وزیر فرزان افانسو کے کمرے میں گیا۔ اُس کے سامنے حسب معمول
آداب شاہی بجالایا، اور پوچھا ”آپ کو میرے سچے کسی بات کی تکلیف تو نہیں ہوئی؟“

افانسو۔ آپ کی شفقت و رحمت سے مجھے کسی بات کی تکلیف نہیں ہوئی۔ آپ کے بعد میں خوش ہوا۔
اور کبھی کسی بات کا اندیشہ نہیں ہوا۔

فرزان۔ ہاں میں تھیں بشاش اور مسرور ہوا ہوں۔ پہلے تمھارے چہرے پر ایک بکر اور ایک طرح کا غم سا
رہا کرتا تھا جس کا پتہ لگانے کی مجھے بڑی فکر تھی۔ مگر اب مسیح کی عنایت سے میں اس ناگوار اندیشہ ناک
حالت کو نہیں پاتا۔

اس کے بعد فوراً بادشاہ مہرجان کے دربار میں حاضر ہو کے زمین بوس ہوا۔ بوران کو آداب
بجالایا جو اخلاق سے بے گمراہ سے دونوں کا چہرہ اتر اتر ہوا منظر آیا۔ مسینا کے جو واقعات تحریر پہلے ہی
لکھ کے بھیج چکا تھا زبانی سنائے اور ددے کی مختصر کیفیت بیان کی۔

شاہ مہرجان۔ تم نے میری رعایا کو کس حال میں پایا؟

فرزان۔ سب خوش و خرم ہیں اور حضور کی دعائے دولت و اقبال میں مصروف۔

شاہ مہرجان۔ کسی کو کسی بات کی شکایت تو نہیں ہے؟

فرزان۔ شکایت تو کسی بات کی نہیں مگر دوسے میں نے یہ بات بڑی حیرت سے دیکھی کہ قلم لوگ

کیا مسلمان اور کیا عیسائی اس بات کے خواستگار ہیں کہ دولت مقلیہ الجزائر کے عربوں کا ساتھ دے، اور نیپلز کے مقابلہ میں اشتہار جنگ دے؟

شاہ مہرجان - (حیرت سے) "عیسائی بھی اگر مسلمانوں کی یہ خواہش ہوتی تو مسلمانہ نہ تھا۔ مگر سچوں میں یہ خیال کیوں پیدا ہوا؟"

فرمان - یہ حضہ اہل مقلیہ نیپلز والوں کو اپنا سچا دوست نہیں سمجھتے ہیں۔ جانتے ہیں کہ انھیں جب موقع ملے گا ہم پر حملہ کر دینگے۔ برضات اس کے الجزائر کو ملے ہمارے دوست ہو سکتے ہیں اور ان کا اب ہم پرچہ طحلی کرنے کا ارادہ نہیں ہو۔ بلکہ چاہتے ہیں کہ بنے تو ایطالیہ پر حملہ کر دیں؟

شاہ مہرجان - "ہی تو میرا بھی ہی خیال۔ نیپلز والوں کے ساتھ ہزار دوستی کیجئے مگر وہ ہمارے دشمن ہی بن گئے۔ فرمان - اس واسطے کہ حضہ نیپلز میں فریخ دوگوں کی سلطنت ہو اور فریخ دوگوں ہم پر جیسے ظلم کر چکے ہیں اسی لیے۔ شاہ مہرجان - "مجھے پہلے نہ معلوم ہوا کہ الجزائر کے ایلچی جو پیام لائے تھے اسے قبول کر لیتا؟"

فرمان - ایلچی اُنکے آج بھی میرے قصر کے سامنے پڑے ہوئے ہیں جنہوں نے بہانہ تو یہ قرار دیا ہے کہ وہ ان رادق، اور افغانوں کی حفاظت کو لئے ہیں مگر اصلی مطلب یہ ہے کہ رعایا کو بھارا ہمارے نیپلز کی دشمنی پر آمادہ کریں، اور یہی کر رہی ہیں۔ مجھے اُن کی سازشیں ہر صلح میں نظر آئیں۔ بوران - تو اب ان کو یہاں سے ہٹاؤ۔ سلطانہ کی تخت نشینی کے لئے ہم سوچ کے جو تدبیر رکھتے ہیں اس میں یہ لوگ خلل انداز ہوتے ہیں؟

فرمان - "لیکن اگر انہیں اس کر کے انھیں اس کی گالیاں تو مجھے اب ملک میں بغاوت ہو جانے کا اندیشہ ہے لوگ تیار ہی بیٹھے ہیں؟"

بوران - "تو پھر ہمارا اس کی حاجت ہو؟ ہم کو اُن کی خواہش کے مطابق الجزائر والوں کو دوستی کر لینی چاہئے؟ شاہ مہرجان - "اُن سے دوستی ہوتے ہی ہیں نیپلز والوں سے لڑنا پڑے گا؟"

بوران - "تو کیا مضائقہ ہو۔ کر لیتا جب وہ ہمارے شہر ستیا میں آئے گا سازش پھیلاتے ہیں تو ہمیں اُن کی کیا مروت ہو سکتی ہو؟"

فرمان - "اب شاید ہمیں اہل نیپلز سے لڑنے کی ضرورت نہ پڑے گی، اس لئے کہ میں نے معتبر طور پر سنا ہے کہ معترب نیپلز اور الجزائر والوں میں صلح ہونے والی ہو۔ دونوں لڑتے لڑتے عاجز آ گئے ہیں، لہذا فی الحال اُنکے اطمینان کے لئے یہی کافی ہو گا کہ ہم میں اُن میں دوستی و یکجہتی اور دشمن کے مقابلے میں ایک دوسرے کا ساتھ دینے کا عہد پیمان ہو جائے۔ اور اگر ہم اس معاہدے میں اتنی قید اور بڑا دیکھ دوں

سلطنتیں ایک دوسرے کا ساتھ دینے پر آموت مجبور ہو گئے جب لڑائی اپنی طرف نہ پھری گئی ہو۔ بلکہ دفاعی اور صرف اپنا ملک بچانے کے لئے ہو۔ تو ہم ہی ہر طرح نفع میں ہیں۔ یہ مجھے یقین ہو کہ اب نہ کبھی نیپلز والے الجزائر پر چڑھ کے جائیں گے اور نہ الجزائر والے نیپلز والوں پر حملہ آور ہوں گے۔ اب جو کچھ اندیشہ ہو ہیں نیپلز سے ہر جو ہمارے ملک کو اپنی پرانی ملکیت اور جائیداد سمجھے ہوئے ہیں۔ سب طرف سے اطمینان ہونے ہی وہ ہم پر حملہ آور ہوں گے اور ایسی صورت میں اگر یہ معاہدہ ہو گیا تو ہمیں الجزائر والے ساتھ دینے اور مذکورہ کو بل جائیں گے جو نیپلز والوں سے زبردست ہیں۔

بوران "تم بہت دور کی بات سوچتے ہو، بلا تامل صلح اور معاہدہ کر لو۔ دیکھو دیر نہ لگے گا۔ اور ان لوگوں کو جو یہاں مدت سے پڑاؤ ڈالے ہوئے ہیں کہو اپنے گھر جائیں۔"

شاہ مہرجان "میری بھی یہی رائے ہے۔"

فرزان "تو میں دوہی چار روز میں اس صلح اور معاہدے کا بندوبست کروں گا۔"

اب وزیر فرزان بادشاہ اور اُس کی بہن سے رخصت ہو کے اپنے قصر میں آیا اُسی دن مریس سے اپنے کام کا جائزہ لے لیا۔ اور اُس سے کہا "یہ جائزہ صرف بادشاہ کے دکھانے کے لئے ہو روز ہم آپ ایک ہیں۔ اور کوئی کام بغیر آپ کی مرضی کے اور بغیر آپ سے مشورہ کئے نہ ہو گا۔ مریس نے اس کا سہارا ادا کیا۔ اور اُس کے بعد سے معمول رہا کہ مریس روز بلانا وزیر فرزان کے قصر میں آتا۔ اور اُس کا زیادہ وقت اُسی کی صحبت میں بسر ہوتا۔ دوہی چار مہینے کے اندر دونوں وزیروں کے مشورے سے بادشاہ اور اس کی بہن کی مرضی کے موافق الجزائر اور صقلیہ کی سلطنتوں میں معاہدہ ہو گیا کہ اپنے ملک کے بچانے اور حملہ آور دشمن کے روکنے میں دونوں سلطنتیں ایک دوسرے کا ساتھ دیں گی۔ اور اس معاہدے کی تکمیل کے دوران ہی میں نیپلز اور الجزائر میں صلح ہو گئی، اور جزائر سیفر اپنے جہازوں پر سوار ہو کے خوش خوش اپنے گھر گئے، اور صقلیہ کی مدد کے لئے دل و جان سے تیار تھے، اس لئے کہ صقلیہ کی حفاظت تھی۔ خود ان کی حفاظت تھی۔"

چھٹا باب

انتخابِ نئی عہد کی فکر

اس زمانے کو تقریباً تین سال گزر گئے۔ نیپلز والوں کو جب معلوم ہوا کہ شاہ صقلیہ اور سلطان الجزائر میں

سعادہ اتحاد ہو گیا ہو تو خاموش ٹھہر رہو اور عقلیہ کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی بھی کبھی انھیں جرأت نہ ہوئی
سلطانہ کی بیباکیاں شہر قلمو میں اور زیادہ مشہور ہوئیں، اور اُس کا گھر بدکار و بد مذاق بیہودہ وغیرہ مذہب
نوجوان عقلیہ کا مجمع اور ہر قسم کی آوارگیوں اور بد چلنیوں کا مرکز بن گیا۔

مگر بوران اور بادشاہ اسی طرح اس فکر میں لگے ہوئے تھے کہ وارث تہج و میر پر ہی قرار دیجائے
لیکن اپنی ہر کوشش میں ناکام رہو اور کسی طرح زور نہ چلا آخر ایک دن وزیرِ فرزان نے بادشاہ کی حضوری
میں بوران سے کہا ”بجائے ان شاہزادوں کے قتل کے دپے ہونے کے آپ یہ تدبیر کیوں نہیں کرتیں
کہ ان دونوں میں سے ایک کے ساتھ سلطانہ کی شادی ہو جائے، اور وہی لڑکا وارث تاج و تخت ہو“
بوران ”اس طرح اصلی مالکِ سلطنت تو ذہن لڑکا ہے گا۔ میری سلطانہ کو اُس کا ابعاد ہو کے رہنا پڑے گا
مگر میری یہ تمنا تھی کہ سلطانہ کا دو لہا اُس کا ابعاد اور غلام بن کے رہتا خیر (ایک ٹھنڈی سانس لے لے)
جب اور کبھی طرح زور نہ چلے گا تو بجوراً یہی کرنا پڑے گا۔ مگر خرابی یہ ہے کہ ان دونوں لڑکوں کے دل کو
یہ چوٹ نہیں جاسکتی کہ ان کے باپ کو میں نے قتل کرایا ہو۔ اس کا بدلہ اگر انھوں نے سلطانہ سے لینا چاہا
تو مجھے قبر میں چین نہ آئے گا“

فرزان ”آپ کا یہ اندیشہ بجا ہو مگر الغاسقو نہایت شائستہ مصلحت میں اور سعادتمند نوجوان ہو، اگر اس کے
ساتھ احسان اور اچھا سلوک کیا گیا تو مجھے یقین ہے کہ وہ ایسی حرکت نہ کریگا“

شاہ مہرجان ”لیکن اس کا بڑا بھائی دان رادق تو بالکل نالائق ہو چکیں برس کی عمر ہو چکی مگر سمجھ آ جھک
جھیل کی کبھی میرے یا اپنی بھوپئی کے سامنے آتا ہو تو نہ آداب صحبت کا کچھ لحاظ کرتا ہو نہ درباری تہذیب کا
معلوم ہوتا ہو کہ جیسے کسی وحشی جانور کو جنگل سے پکڑ لائے ہیں اور انھوں کو ایسی وحشت برستی ہو کہ طردِ معلوم
ہوتا ہو اُس پر تو میں ایک گھڑی کو بھی بھروسہ نہ کر دوں گا“

بوران ”(دیر سے) ”تو اچھا ایک دن تم الغاسقو کو اپنے ساتھ دربار میں لے آؤ، اگر مجھے پسند آیا۔ اور
اُس کی عادتیں اچھی نظر آئیں تو تمھارے ہی کہنے پر عمل کروں گی۔ اور فرزان کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم اپنے
سامنے ان دونوں کی شادی کر دیں اور دلی عہد میری سلطانہ قرار دیجائے؟“

فرزان ”محضہ کو اختیار ہے“
شاہ مہرجان ”ہیں اختیار تو بیشک ہو مگر ملک میں یہ کارروائی کس نظر سے دیکھی جائے گی؟“
فرزان ”غلام کے خیال میں تو تمام آمرانہ پند کرینگے ساری رعایا مگر ٹھٹھی ہوگی، اور عقلیہ میں بڑا بھاری
انقلاب ہوگا۔ پھر اُس کا انجام جو چاہے ہو۔ مگر مدتوں خونریزی ہونے کی تباہی من تمام ہوگا“

جو رات تو بچہ اس کا روائی سے کیا فائدہ ہوا؟ خیر تم ایک بن اُسے لاؤ تو میں ذرا اُس کی حالت تو دیکھ لوں۔“

فرمان میں کل ہی حاضر کر دوں گا۔ اور مجھے یقین ہو کہ حضو اُس کو دیکھ کے خوش ہونگی۔“

یہاں سے واپس جاتے ہی وزیر سیدھا الغاسق کے پاس گیا کہ دوسرے دن دربار شاہی میں حاضر ہونے کے لئے اُسے آمادہ کرے۔ مگر الغاسق اپنے کمرے میں نہ تھا۔ اب وہ سوا ضیا کی صحبت کے کوسیاں ہو سکتا تھا؟ لیکن اُنہوں نے آداب بجالائے کہا ”وہ ابھی باہر ٹہل رہی تھے۔ حکم ہو تو ڈھونڈنے کے بلالوں؟“ فرمان مجھے اُن سے ہٹنے کی سخت ضرورت ہو۔ مگر جلدی نہیں، اسوقت میں جانا ہوں تھوڑی دیر کے بعد اُن کا تم اُن سے کہدینا کہ میرا انتظار کریں۔“

لیکن اُنہوں نے ”میں انھیں حضور ہی کی خدمت میں بھیج دوں؟“

فرمان میں ان سے بے ادبی نہیں کر سکتا۔ میری تربت میں ہیں تو کیا ہوا؟ ہیں تو میرے آقا اور آقا زادے؟ میں خود تھوڑی دیر میں آجاؤں گا؟ یہ کہہ کر وزیر چلا گیا۔ اُسکے چلتے ہی لیکن اُنہوں نے باہر کمرٹن سے ضیا کے کمرے میں جا کے اُسے خبر کی۔ الغاسق فوراً اپنے کمرے میں آیا۔ اور لیکن اُنہوں نے وزیر کے آنے کی کیفیت بیان کی۔

اب الغاسق میں وہ اگلا طفلانہ فراہمی کا جوش متانت سے بدل گیا تھا۔ اور ضیا کے چہرے پر بھی وہ بچپن کی سادگی اور بھولنے پُن کی بے تکلفی شرم دھیا کا گھوٹ بٹکانے لگی تھی۔ مگر اب جو وہ قدرتی حجاب کے دونوں ایک دوسرے کے سامنے کھلے ہوئے اور صاف تھے۔ ان دونوں عشق بڑوں میں اگر کئی نئی ملاقات ہوئی ہوتی تو دونوں میں خود داری ہوتی۔ متانت ہوتی۔ ایک طرف سنبھلا ہوا تہذیب کا شوق ہوتا اور دوسری طرف حجاب کے پرے میں چھپی ہوئی لگاؤ اور دلبری ہوتی، بلناؤک وک کے ہوتا۔ اور زیارت دیدار کے موقع آتش شوق کو تیز کر کے اور دل کی لگی کو دھونک دھونک دے جاتے، لیکن یہاں دونوں سینوں میں سادگی اور بچپن کی محبت نے ایسی گہری جگہ پکڑ لی تھی، اور دونوں دلوں کی حالت طفلانہ کی سادگی نے اس طرح ایک دوسرے کے آگے کھول کے رکھ دی تھی کہ باچھا بچا بکا زانہ آنے اور دونوں میں کشش کے خطرناک جذبات کے پیدا ہوجانے کے وہی بے تکلفی تھی اور وہی سیدھی سادی خالص بے ریا الفت، نہ ناز برداری تھی، نہ ناز آفرینی، نہ بگاڑ تھی، نہ لگاؤ، ایک کا حال دوسرے پر آمینہ تھا۔ دونوں درودلی پرآہ کرنے کے ساتھ دوسرے کے دل پر تسلی کے ٹوکھ لکھتے تھے، اور مصلحت و ضرورت کے لاکھ حلال ہو ملاقات اور ہر وقت کے میل جول سے باز نہ آتے۔

لیکا تو سے یہ سن کے کہ دُورِ فرماں آیا اور میں نہ ملا۔ الغاسو کو بڑی خدمت ہوئی۔ وہیں کما دقتی ہم دونوں بڑے بے احتیاط ہیں کم سے کم دین کو تو ہمیں جدا اور اپنے کردن میں رہنا چاہئے؛ مگر آہِ ابدل نہیں مانتا۔ نہ میرا دل مانتا ہو اور نہ ضیاء کا۔ ہم دونوں کی عجیب حالت ہو۔ اگر میں مصلحت کا خیال کر کے کٹتا ہوں تو وہ زبردستی بلاتی ہو۔ اگر وہ کبھی انجام کو سو رخ کے ٹوکتی ہو تو میں زبردستی جا پہنچتا ہوں میں آتشِ شوق پر پانی ڈالتا ہوں تو وہ پھونک پھونک کے بھڑکاتی ہو۔ وہ اس آگ کو بجھانا چاہتی ہو تو میں دھونک دھونک کے شعل کر دیتا ہوں۔ خیر۔ اب اسی میں مصلحت ہو کہ میں ہاں کا دین کا جانا چھوڑ دوں، اور قطرات کو چند گھنٹے بیٹھ کے چلا آیا کروں۔

اسی سوچ میں تھا کہ دُورِ فرماں آگیا۔ آہٹ پاتے ہی الغاسو تعظیم کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔ دُورِ دُور کے آدابِ شاہی بجالایا۔ اور کہا ”آپ آقا ہیں تو کہ۔ میری تعظیم کے لئے آپ نہ اٹھائیں۔“
الغاسو ”میں آپ کو باپ کی جگہ سمجھتا ہوں۔ دنیا میں میرے مربی اور سرپرست جو کچھ ہیں آپ ہیں۔ آپ ہی کی شفقت نے مجھے انسان بنایا۔ اور اس قابل کیا کہ اپنا نیک و بد سمجھوں۔ آپ کی عنایت نہ ہوتی تو شاید میں اب تک زندہ نہ ہوتا۔ میں شکر انہیں ہوں۔ زندگی بھر میرا فرض رہا کہ آپ کا ادب کروں اور آپ کے حکم سے باہر نہ ہوں۔“

فرمان ”آپ کی یہ سعادت مندی دیکھ دیکھ کے میں بہت خوش ہوتا ہوں۔ اور مجھے قوی امید ہو کہ آئندہ صاحبِ تلج و تخت آپ ہی ہونگے۔ شاید اسی خیال سے آپ کے چچا بادشاہِ ہرجاں اور آپ کی پھوپھی بوران نے آپ کو بلایا ہو۔ کل میرے ساتھ چلنے کے لئے تیار رہئے گا۔ اور وہاں دونوں کے سامنے ایسے آداب و شائستگی سے جائے اور اس طرح ادب و اخلاق سے باتیں کیجئے کہ انھیں یقین آجائے کہ بادشاہوں میں جس تہذیب و دانائی اور جیسی فراست و قابلیت کی ضرورت ہو آپ میں موجود ہو۔“

الغاسو ”آپ کے حکم کی تعمیل میں مجھے عذر نہیں ہو۔ درہ آپ جان سکتے ہیں کہ اپنے باپ کے قابلوں سے میں صفتِ انی اور شستگی سے نہیں مل سکتا۔“

فرمان ”یہ آپ کی ناخبرہ کاری ہو۔ سلطنت و حکمرانی اور تلج و تخت کے لئے ہر ملک میں ایسے واقعات اکثر پیش آیا کرتے ہیں، اور مصلحت و ضرورت نے ہمیشہ بڑے بڑے صاحبِ عقل و تاج و اڈان کو اس کا خیال بھلا دیا ہو۔ تخت نشینی کی قابلیت کا تقاضا یہی ہو کہ آپ اُن گذشتہ واقعات کو دل سے نکالیں اور موجودہ فرمانِ روا اور اُس کی صاحبِ ہوش بہن سے اُسی طرح یں جس طرح ایک لی عہد کو اپنا مورث سے ملنا چاہئے۔“

ہیں تک باتیں ہمیں تھیں کہ ایوان شہزادی سے ایک سوار گھبراہ اور گھوڑے کو سرپٹ ڈھٹا ہوا آیا۔ اور دیر کے سامنے آکر عرض کیا۔ جہاں پناہ کی طبیعت یکجا یکساں ہو گئی، فالج بگڑا ہو جس حرکت معقودہ ہر نقطہ زبان سے کچھ بڑے ہوئے لفظ نکل جاتے ہیں۔ اور رک رک کے دو ایک باتیں کرتے ہیں اُنھوں نے گرتے ہی آپ کو یاد کیا اور فوراً حاضر ہونے کا حکم دیا۔

یہ خبر سارے قصر میں شہر ہو گئی، اور چہنچہ سنا بدحواس ہو گیا اس لئے کہ ان دنوں کسی بادشاہ کا سخت مرض میں مبتلا ہونا شہر اور آبادی کے لئے نہایت ہی خطرناک تصور کیا جاتا تھا۔ ایسے اوقات میں اکثر شہر ٹٹ جاتا کرتے۔ اور قتل و غارت کا سلسلہ شروع ہو جاتا۔ وزیرِ فرزان فوراً گھبرا کر ایوانِ شاہی میں گیا۔ اُس کے جاتے ہی افغانوں کے دل میں آئی کہ وزیر کی ان باتوں اور بادشاہ کے ناگہاں بیمار پڑ جانے کو پیاری قضا سے جا کے بیان کرے مگر وزیر کے آنے سے پہلے جو خیالات اُس کے دلیں گزرتے تھے اُن کا اثر ابھی تک باقی تھا۔ ذرا سوچ کے آپ بھی آپ کہنے لگا، "ہیں، اب میں رات ہی کو قضا سے بولوں گا۔ دن کو اُس کے پاس جانا مصلحت کے خلاف ہو" اور اپنے کمرے سے باہر نکل کے مسجد کے کنارے ٹھٹھکا۔

ساتواں باب

بیانِ وفا

یہ دن افغانوں نے دل پر چیر کر رکھے بڑی مشکل سے گٹا۔ اور دو اصل یہ اُس کے ہجر کا ایک ہینا ہی ناقابلِ برداشت زمانہ تھا۔ کوئی شبِ فراق کوئلے کے گن گن کے اور ٹپ ٹپ کے کاٹتا ہوئے گھڑیاں گن گن کے اور آتشِ فراق کے گنگھن پر لوٹ لوٹ کے یہ قیامت کا دن کاٹا۔ خدا خدا کر کے شام ہوئی۔ تیسے پہلے چرخِ روشن بجھے اور بادشاہ کی سخت بیماری کے اندیشے سے سرشام ہی ٹٹا گیا۔ افغانوں نے اب اپنا مقررہ زمانہ فراق ختم کر کے لیٹا تو کوئلے کا بلایا اور کہا "میں قضا کے کمرے میں جاتا ہوں۔ آج رات کو جلتے دھنا اور اگر دیر آ میں یا اور کوئی ضرورت پیش آئے تو مجھے فوراً خبر دینا" یہ کہہ کر اُسے مخفی دروازہ کھول کے نہ خانے کی راہ لی۔ قضا کے کمرے میں پہنچا تو کیا دیکھتا ہو کہ معشوقہٴ نازنین کے پھول سے رخساروں پر آنسو جاری ہیں، اور آریہ محبت سے اُنھیں پونچھ پونچھ کے

لٹی نے رہی ہو۔ یہ جگر خراش منظر دیکھتے ہی بھوکھا رہ گیا۔ اور نہایت ہی اضطراب کے ساتھ آریہ سے پوچھا کیا ہوا کیا؟ وزیر فرزان نے کچھ کہا؟ یا کسی اور سے کچھ گستاخی ہوئی؟ آخر اجرا کیا ہو؟ جلدی کہو۔ یہ حالت دیکھ کے میرا کلیجہ شش ہوا جاتا ہو؟

ماریہ: ”جو کچھ کیا ہو اپنے کیا ہو؟“

افغانسو: ”حیرت سے“ میں نے آخر مجھے اپنا تصور بھی تو معلوم ہو؟“

ماریہ: ”آپ ہی نے ہماری بی بی کو ہر گھڑی آپ کے ایسا گردیدہ بنالیا کہ آپ کے بغیر ایک گھڑی کا کٹنا بھی قیامت ہو جاتا ہو۔ یا آج ایسے بھولے کہ دن بھر خبر نہ لی۔ آپ ہی بتائے کہ روز تو آپ دن بھر یہاں کے میس پکڑ لگایا کرتے تھے یا آج دن بھر انھیں حیران پریشان رکھ کے اس وقت لئے ہیں ابھلایا آپ کو مناب تھا؟ ان کے دل کی نزاکت ہی کا خیال کیا ہوتا؟“

افغانسو: بس یہی شکایت ہو؟ بے شک میرا قصور ہو۔ جو سزا دی جائے اس کا سزاوار ہوں، اور اس سے بڑی سزا کیا ہو سکتی ہو کہ اپنی جان سے زیادہ پیاری دنیا کو روٹے اور آفسو بہاتے دیکھ رہا ہوں۔ لیکن ایسی سخت سزا دینے سے پہلے میرے ذمے آنے کا سبب بھی تو سن لو۔ بھائے اباجان میرے وہاں لئے اور میں یہاں تھا۔ لیکن تو بولے گیا۔ جیسر مجھے نہ امت ہوئی۔ وہاں گیا تو معلوم ہوا کہ وہ تھوکی درمیں آنے کو کہہ گئے ہیں ان کا انتظار کرتا رہا۔ آخر وہ آئے اور کہا کہ کل تھیں میرے ساتھ دوبار شاہی میں جانا ہوگا۔ تیار ہاں کر رکھو۔ اور غالباً اس لئے بلائے گئے ہو کہ تم کو وہ اپنا دلی عہد قرار دیں۔ اتنے میں ناگماں خبر آئی کہ بادشاہ سخت بیمار ہو گئے، اور وہ گھبرا کے وہاں دوڑے گئے، اُنکے جانے کے بعد میں نے آنے کا ارادہ کیا مگر دل میں آئی کہ اب دن کو بار بار یہاں آنے میں ہن کی اور میری دونوں کی بدنامی کا اندیشہ ہو۔ یہ سوچ کے ارادہ کر لیا کہ اب رات ہی کو بلا کر دل گا۔ اگرچہ دل کسی طرح نہ مانتا تھا۔ کسی بات میں لگتا تھا۔ مگر دل پر جبر کر کے نہایت ہی تکلیف و بد مزگی سے میں نے دن ختم کیا، اور شام ہوتے ہی حاضر ہو گیا۔“

ضیاء: وہ تو میں پہلے ہی سن چکی تھی کہ شاہزادوں کی محبت کا اعتبار نہیں، اب تو تحقیق لی عہدی کا نشہ تھا۔ کسی کا خیال آنے کی کیا وجہ؟ وہ محبت و الفت وہ ناز و نیاز کی باتیں اور وہ رات دن کی صحبتیں سب بچپن کے کھیل تھے جو بچپن ہی کے ساتھ خُصّت ہو گئے۔ اصل میں میری ہی بیوقوفی تھی جو دل کو یوں ہاتھ سے دیدیا۔ اور یہ نہ سوچی کہ یہ سب باتیں اس تعلیم و تربیت اور کسی کے ساتھ ہیں کہ وہ جب ہوش آئے گا۔ اپنی حالت و حیثیت پر غور کر دے گا اور سمجھو گے کہ میں تلخ و تحت کا وارث ہونے والا ہوں

پھر کوئی شاہی خاندان کی لڑکی کوئی معزز شاہزادی اپنے لیے ڈھونڈھو گے اور
 پروا بھی نہ ہوگی کہ کبھی کسی سے کیسی محبت تھی۔ یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ میں جو تم پر جان
 الفانسو (سخت جھٹ واسنجا با سے)۔ یہ تم کیا خیال کرتی ہو؟ مجھے سخت د
 دنے کو تیار ہوں اسکی محبت اور دوستی کو تم ایسا خیال کرتی ہو؟ مجھے سخت د
 تاج کسی چیز کی ضرورت نہیں مجھے تو بس ایکلی تم چاہیے ہو ایسے سوخت د
 تاج تم پر قربان کر دوں گا۔ اور تمہیں اپنے ہاتھ سے نہ جانے دوں گا۔

ضیا۔ یہ فقط زبانی جمع خرچ ہے۔ آج اتنا ہی معلوم ہوا تھا کہ شاید بادشاہ اپنا
 دلی عہد مقرر کریں گے پھر اس کے بعد بادشاہ کی بیماری کی خبر سنیں اسنے ہی میں
 مزاج بدل گیا۔ اور صرت اتنا سن لینے کا یہ اثر ہوا کہ دن بھر ادھر کا رخ نہ کیا جب سخت
 پر بیٹھ گئے تو میری یاد کیوں آنے لگی تھی؟

الفانسو۔ پیاری ضیا ایسا نہ کہو۔ اس زخمی دل میں اور نہ زخم نہ ڈالو میں
 سچ کہتا ہوں کہ بغیر تمہارے میری زندگی نہیں ہو سکتی۔ ہماری یہ محبت والفت
 ایسی نہیں ہے کہ مرتے دم تک کبھی کم ہو جائے۔ اول تو مجھے سلطنت لینے کی امید
 نہیں ظالم چھوٹی بادشاہ کی آنکھ بند ہونے سے پہلے ہی میری زندگی کا فیصلہ
 کر دے گی۔ اور اگر سچ بھی گیا تو بڑے بھائی کے ہونے ہوئے مجھے کون پوچھے
 گا؟ اس پر بھی اگر سلطنت مل گئی تو یقین جانو کہ سب برابر تخت پر بیٹھنے والی عالی
 مرتبہ ملکہ تم ہی ہوگی اور تمہارے سوا کوئی نہیں ہو سکتا۔

ضیا۔ بس زیادہ دل نہ دکھاؤ۔ تمہارا آج کا رنگ دیکھ کے دل ٹوٹ گیا۔ اگرچہ
 میں تمہیں دل دے کے اب اس قابل نہیں رہی ہوں کہ کسی اور کو اس دل میں جگہ
 دوں۔ مگر اسی محبت کے جوش سے جو مجھے تمہارے ساتھ ہے میں تمہاری برائی نہیں
 چاہتی۔ بات دل میں دعا کرتی ہوں اور کروں گی کہ میرا چاہی جو حال ہو تم خوش ہو
 تمہاری آرزو میں پوری ہوں۔ اور کوئی خوب صورت شاہزادی تمہاری ملکہ ہو۔

الفانسو۔ (روکن کے اور بات کاٹ کے) خدا کے لیے یہ نہ کہو میرے لیے یہ دعا
 نہیں لگانی ہے۔ اس کی میں تاب نہیں لا سکتا۔ شاہزادی ہو یا شہنشاہ زادی جس
 دل میں تمہاری صورت بسی ہوئی ہے اس میں تمہارے سوا کسی کو جگہ نہیں مل سکتی۔

ضیاؑ میں نے توجہ نہ کیا ہزاروں کا یہی حال بنا جو خوبصورت لڑکی مل جائے
اس کے پھانسنے کے لیے پھسلانے اور محبت جتانے لگتے ہیں۔ گروہل میں خاک ہی
اڑتی رہتی ہے۔

افانسوؑ ضیا! پیاری ضیا! میری آرزوؤں۔ میری تمنائوں اور میری سچی محبت
کو یوں خاک میں نہ ملاؤ۔ اتنی ملاقات راہ درسم ساتھ اٹھنے بیٹھنے اور رہنے تکلفی ہو جا
سے تم کو میرا یہی اندازہ ہوا ہے؟

ضیاؑ۔ یخ میں مانے لیتی ہوں کہ تم کو دل سے محبت ہو۔ اور مجھے چاہتے ہو مگر مجھے اپنی
قسمت کی ایسی امید ہی نہیں کہ صقلیہ کی ملکہ ہوں۔ مجھے تو کچھ ایسے خوش قسمت کے آثار
دکھائی دیتے ہیں اور ایسی ایسی بدشگونیاں ہوتی ہیں کہ تم سے بنا ہونے کی
بالکل امید نہیں باقی رہی۔ بس بس جاؤ اپنے لیے اپنے ہی رہتے اور درجے کی
کوئی شہزادی دھونڈ لو۔ اور مجھے میری حالت میں چھوڑ دو۔ میں اس رتبہ
اور عزت کے قابل نہیں ہوں۔

افانسوؑ۔ آہ! ضیا! اپنے عاشق دلدادہ پر ایسا ظلم؟
ضیاؑ۔ خود تمھاری تعلیم بھی اسی میں ہے کہ کسی زبردست بادشاہ کی بیٹی کو
اپنی دو لہن بناؤ۔ میری وجہ سے تمھاری عزت اور تمھارے مرتبہ میں فرق
آجائے گا۔

افانسوؑ۔ اگر عزت۔ آبرو۔ رتبہ۔ دولت۔ سلطنت۔ اور دنیا کی اور تمام اچھی
چیزیں ضیا سے علیحدہ رہنے میں مل سکتی ہیں تو مجھے اُن میں سے کسی چیز کی
ضرورت نہیں تبھیں اپنے آغوش شوق میں لوں گا۔ اور سب سے دست بردار
ہو جاؤں گا۔

ضیاؑ۔ میں نے مانا کہ اس وقت تمھارے دل میں یہی ہو۔ اور میری محبت کا
سچے دل سے دم بھر رہے ہو۔ لیکن جب تخت پر بیٹھو گے تاج شاهی سر پر رکھو گے
وزیر اور امرا آکے سامنے زمین بوس ہوں گے۔ ساری دنیا اپنے زیر فرمان اور
زمانہ انادرم ناخریدہ غلام نظر آئے گا۔ اور تجربہ کار دندہ راوشیزان دولت
آکے مشورہ دیں گے کہ حضور خدان شاہزادی کے لیے پیام دین۔ اور خدان

سلطنت سے رشتہ پیدا کریں تو خواہ مخواہ وہی کرو گے جو سب کی راس ہوگی۔ اس لئے افسانہ سوسوقت کے پتھر ٹوٹنے سے لاکھ درجہ اچھا ہے کہ آج ہی چھوڑ دو۔ اور سمجھ لو کہ وزیر کی بیٹی جو میرے بچپن کا کھلونا تھی نہ میری ہم رتبہ ہے اور نہ میری ملکہ بننے کے قابل ہے۔“

افسانہ ضیاء یحیٰی بیٹھے بیٹھے کیا ہو گیا؟ کیوں میری جان کی دشمن ہوئی ہو؟ میرا دل اس قابل ہی نہیں رہا کہ تمہارے خلاف کسی وزیر و مشیر کی زبان سے کوئی لفظ سنوں۔ کیا کروں اور کیونکر کہوں کہ تمہیں میرا اعتبار آئے؟ اچھا میں خدا کی خدمت میں سچ کی کنواری مان گی۔ اور سارے دیوں کی قسم کھا کے کہتا ہوں کہ اگر تخت پر بیٹھا تو جو پہلا کام کروں گا یہ ہوگا کہ تمہیں عزت کے ساتھ دربار میں بلواؤں گا۔ باقاعدہ طریقہ کے ساتھ تم کو اپنی ملکہ بناؤں گا۔ اور سر دربار سارے امرا کے ساتھ اسے آگے جھکا دوں گا۔ اب بھی یقین نہیں آتا تو میں یہ اقرار کرنے کو موجود ہوں کہ سارا زمانہ ایک طرف ہو مگر میں تاج و تخت کو نہ قبول کروں گا۔ اور تمہارا گھر چھوڑ کے کہیں نہ جاؤں گا۔“

یہ کہہ کے افسانہ نے بڑھ کے ضیاء کے آنسو پونہ سچھے۔ اسے گلے سے لگا یا۔ اور کہا آج میرے غیر حاضر رہنے ہی سے اگر تمہارے دل میں یہ باتیں پیدا ہوں تو وعدہ کرنا ہوں کہ تمہارے ہی پاس بیٹھا رہوں گا۔ اور کہیں نہ جاؤں گا۔ اس میں چاہے وزیر فرزانہ ناراض ہوں یا دنیا بدنام کرے مگر میرا قدم بیان سے نہ ہٹے گا۔“

ضیاء میں یہ نہیں کہتی کہ تم کہیں جاؤ ہی نہیں۔ مگر خاص آج کے دن دلی عہدی کا مژدہ سنتے ہی تمہارے بے پروا ہو جانے سے میرے دل میں یہ خیال گزرا اور اب تم نے قسم کھائی ہے تو مجھے تھوڑا بہت اطمینان ہو گیا۔ خدا کرے تم اپنے اس قول کو نبا ہو۔ اور ہمیشہ با در کھویں میں اپنے دل سے مجبور ہوں اور تم جانتے ہو کہ عورت کی جیسی حالت نازک ہوتی ہے ویسا ہی اس کا دل بھی نازک ہوتا ہے۔ تم نے بیشک مجھے دل دیا۔ مگر مردانہ ضبط و تحمل سے کام لے کے تم اس دل کو مجھ سے چھین بھی لے سکتے ہو اور تمہارے اختیار میں ہے کہ کون

مجھ سے لے کے کسی اور کو دید۔ مگر عورت یہ نہیں کر سکتی وہ جس کی ہوئی اُس کی ہوئی۔ میرے بس کی یہ بات نہیں ہو کر اب دل دینے کے بعد تم سے اسے واپس لے لوں۔ اس کے اندر تمھاری صورت اتر گئی ہے جو کسی طرح مٹائے نہیں سکتی۔

افسانو: اگر عورت اور مرد کے دل کا یہی امتیاز ہو تو میں سچ کہتا ہوں کہ عشق کے معاملے میں میلزیم دل مرد کا نہیں عورت کا ہے۔ یہ ہرگز میرے آسکان میں نہیں کہ تمھاری پیاری تصویر کو اس پر سے مٹا سکوں۔ یہ دل تمھارا ہو چکا اور یقین جانو کہ اب کسی کو نہیں دیا جاسکتا۔

ان باتوں سے منیا کے دل کو تسکین ہوئی۔ پھر وہی ہنسی خوشی کی باتیں اور طعف و محبت کی داستانیں چھڑ گئیں۔ اور آدھی رات تک اسکے پاس ٹھہر کے اور اُسے وہی پہلی سی شگفتہ مزاج معشوقہ بنا کے افسانہ سنا اپنے کمرے میں آیا۔ اور سو رہا۔

آٹھواں باب

دربار تخت نشینی

دوسری صبح کو آفتاب جاہ و جلال اور شان و شوکت سے نکلا ہے۔ اسکی روشنی نے سمندر اور زمین دونوں پر زری کا فرش بچھا دیا ہے۔ مطلع خوب صاف ہے۔ مگر ترمو اور اسکے قرب و جوار میں سناٹا ہے۔ ہر طرف لوگ بادشاہ کی خیریت دریافت کرتے پھرتے ہیں۔ مگر کسی سے اطمینان بخش جواب نہیں ملتا۔ افسانہ کو اس وقت کی نصیحتیں ایسی اچھی نظر آتی کہ اپنے کمرے سے نکل کے سمندر کے کنارے ٹہلنے لگا۔ عالم پر عجب بہار نظر آئی۔ آسمان کے عکس نے بحرِ روم کے نیلے پانی کو اور نیلا بنادیا تھا اور اس پر آفتاب نے زرافشانی کی تھی۔ ہلکی ہو جون نے ساری سطح آب پر طلائی مشجر بنادیا تھا جو افق شمالی پر پھیلا اور مٹھرک ہوئے کی وجہ سے جگمگا تا نظر آتا تھا۔

ناگمان اس نے دیکھا کہ قصر کے دو سرے سرے یعنی ضیا کے کمرے سے وزیر
 قرنان درباری لباس پہنے نکلا۔ اور اسکی طرف آ رہی تھی اور امر اور سرداران فرج
 اسکے ساتھ ہیں۔ اور خود شاہزادی ضیا اور اسکی دایہ باز یہ بھی اس کے پیچھے پیچھے ہیں
 یہ دیکھتے ہی دل میں سمجھ گیا کہ معلوم ہوتا ہے وزیر کو میرے اور ضیا کے تعلقات محبت
 اور روزانہ آمد و رفت کی خبر ہو گئی۔ گھر کے سونے لگا کر اگر اس نے پوچھا تو کیا جواب
 دوں گا؟ اتنے میں وزیر نے قریب آ کے حسب معمول شاہی ادب سے سلام کیا۔ دعا دی
 اور ہاتھ جوڑ کے کہا۔ حضور اندر تشریف لے چلین مجھے ایک نہایت ہی ضروری امر عرض کرنا ہے
 الفانسو۔ (ناگوار کی وضع سے) "میں آپ کے حکم کے مطابق اندر چلتا ہوں۔ مگر
 اتنا عرض کر سکی اجازت دیجیے کہ آپ کو میں انجرباب کی جگہ سمجھتا ہوں۔ اور بیٹھوں کی طرح آپ
 کے گھر میں رہا ہوں۔ ایسے آداب اور نفسی الفاظ آپ کی زبان سے سن کے میرے
 دل کو صدمہ ہوتا ہے۔ اور بڑی شرم محسوس ہوتی ہے۔"

قرنان: "خیر اس بارے میں میں معافی مانگا ہوں گا۔ مگر حضور اندر تشریف لے چلین۔"
 الفانسو نے اسکے حکم کی نہایت خاموشی اور گھبراہٹ کے ساتھ تعمیل کی اور
 اپنے اس بڑے کمرے میں گیا جہاں قاتلون سے ملنے جلنے کا تھا۔ قرنان نے وزیر امر
 کو باہر ہی روک دیا اور خود مع اپنی بیٹی ضیا اور بامیہ کے اندر داخل ہوا۔ الفانسو
 اب تک کھڑا ہوا تھا کہ وزیر آ کے بیٹھنے لگے تو بیٹھوں۔ مگر وزیر قرنان نے آتے ہی کہا
 "آپ بیٹھ جائیں؟"

الفانسو: "ہلے آپ بیٹھیں تو میں بیٹھوں گا۔"
 قرنان: "دست بستہ" (نہیں آپ ہی بیٹھیں) الفانسو اس حد سے گزر کر غیر
 معمولی اخلاق کو بنانا اور کسی سخت باز پرس کا مقدمہ سمجھا مگر مجال انکار نہ پانے
 بیٹھ گیا۔

اب قرنان نے سامنے دست بستہ کھڑے ہو کے اور زمین چوم کے کہا میں
 ایک افسوس اور رنج و غم کی خبر سنانے کو حاضر ہوا ہوں۔ مگر اس کے ساتھ ہی
 حضور کے لیے ایک بہت ہی اچھا مزہ بھی ہے۔ آپ کے چاشاہ کمر جان نے رات
 کو سفر آخرت کیا۔ اور حضور کے لیے ولیعهد کی وصیت کرتے گئے ہیں۔ لہذا اب اس

گھڑی سے حضور ہی بادشاہ جہان پناہ جزیرہ صقلیہ کے تاجدار اور ہمارے جان و مال کے مالک ہیں یہ کہہ کے اس نے خوش و خوش سے نعرہ بلند کیا کہ "بادشاہ الفانسو سلامت" اور ہمارے نوجوان تاجدار کا اقبال بلند! ساتھ ہی ان تمام امرا نے جو باہر کھڑے تھے زور و شور سے ہی نعرہ لگایا۔ اور مبارک باد کا غلغلہ خشکی میں بڑھ کے پہاڑوں سے گزرا یا تو سمندر کی لہروں پر سوار ہو کے اتنی گنگ تک دوڑ گیا۔

الفانسو اپنی حالت و حیثیت کے اس فوری انقلاب کو دیکھ کے گھبرایا گیا اور جوش مسرت سے گنگ تھا کہ وزیرِ فرمان نے پھر زمین بوس ہو کے ادب سے عرض کیا "جہان پناہ! شب بھر میں نے اس خبر کو مخفی رکھا مگر صبح ہوتے ہی لوگوں کو خبر ہو گئی۔ چنانچہ قصر میں تمام امراے سلطنت اور سردارانِ فرج جمع ہیں اور منتظر ہیں کہ حضور سریرِ شہزادی پر رونق افروز ہوں۔ تو آدابِ بجا کر حسب درجہ تدریج پیش کریں۔ بس اب حضور شاہی گھوڑے پر سوار ہو کے وہاں تشریف لے چسین اور اپنی رعایا کو اپنا جمال جہان آرا دکھائیں۔ گھوڑا مع جلوس کے اس طرف تیار ہے۔"

الفانسو "مین آپ کی زبان سے یہ مژدہ سن کے خوش ہوا۔ مگر اب وارثِ تاج و تخت ہونے کے بعد بھی آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں آپ کو اپنے والد کی جگہ سمجھوں گا۔ اور ہمیشہ باپ ہی کے لفظ سے آپ کی طاعت خطاب کیا کروں گا۔ اس کے علاوہ مجھے یہ کہنا ہرگز کہ آپ کے نیک مشورہ و نصیحت کی سچی خیر خواہیوں اور خوش تدبیریوں کا جس قدر مجھے تجربہ ہر کسی کو نہ ہو گا۔ لہذا میرے زمانے میں بھی وزیرِ اعظم اور مددِ المہام سلطنت آپ ہی رہیں گے۔"

فرمان۔ (زمین بوس ہو کے اور درست بستہ) "یہ حضور کی قدر دانی و ذرہ ڈاندی ہے۔"

الفانسو "آپ یوں ہی التجا نہیں سنتے تو میں آپ کو حکم دیتا ہوں کہ آئندہ سری طاعت حضور اور سرکار اور جہان پناہ اور اس قسم کے دیگر الفاظ سے آپ نہ خطاب کیا کریں۔"

فرمان: جو حکم ہو گا بجالاؤں گا۔

افسانہ: اب ایک اور ضروری بات سن لیجئے۔ آپ نے مجھے بال کے بڑا کیا اور اس فریب کو ہو نچا دیا۔ آج وہ دن ہے کہ آپ اپنے حقوق ترسیت ادا کر چکے اور میں آپ کی مراد یا شفقت حکومت سے محل کے فرمان رواے عقلیہ بنتا ہوں۔ اگر چنانچہ ظاہر میں حاکم ہوں گا اور آپ محکوم ہوں گے۔ لیکن یقین جانئے کہ آپ کو جو حقیقی حکومت مجھ پر آج تک رہی ہے زندگی بھر برقرار رہے گی۔ اور میں کبھی آپ کی حکومت سے باہر نہ ہوں گا۔

اب اس نے ضیا کی طرف رخ کر کے کہا: ضیا تم اس گزشتہ زندگی میں میری انیس مجلس رہی ہو۔ اور محبت دالفت نے ہم دونوں کے دونوں کو ایک ہی لڑی میں گوندھ دیا۔ ہمارے زبانون نے ہماری نگاہوں نے اور ہمارے دونوں نے ایک دوسرے سے صد ہا عہد و پیمان کیے ہیں اور خدا جانے کیسی کیسی امیدوں سے ہمارے محبت میں ڈوبے ہوئے دل لبریز ہیں تمہارے والد کو ہمارے دونوں کے لگاؤ اور ہمارے اس وجہت کی خبر نہیں ہے۔ مگر اب تنفیٰ رکھنے کا نہ مانہ گذر گیا۔ اور وقت آگیا کہ محبت کے مقررہ درجہ رسوم کے ساتھ ہم ایک دوسرے سے وابستہ ہو جائیں۔

یہ کلمات سنئے ہی دیر حیرت زدہ ہو گیا چہ کہہ ہاتھ کا سے ایک ایسا راز معلوم ہوا جس کے لئے وہ تیار نہ تھا۔ اور جو یاد غنی النظر میں اسے ناگوار گذر رہا تھا مگر ضیا کا گورا چہرہ خوشی کے جوش سے چمک اٹھا۔ اور اُس چمک میں مذمت اور شرم نے اپنی سرخی ملا دی تاہم اس نے زبان کو بکرا اپنے قابو میں لائے افسانہ کا سکریت ادا کیا۔ اور نظر سنجی کر لی۔

اب افسانہ نے میز پر سے جو قریب ہی تھی ایک کاغذ کا ٹکڑا اٹھالیا۔ پھر اپنی ہر کی انگوٹھی انگلی سے اتار کے اُس پر رکھی اور ہاتھ سے ضیا کی طرف بڑھائے کہا: لو یہ کاغذ اور ہر موجود جو میری طرف سے جو اقرار وعدہ یا عہد بیان جا ہو لکھ کے اس پر میری ہر کر لو۔ تمہیں یہ یاد دلنا چاہیے کہ میں وعدہ کرتا ہوں کہ تم میری طرف سے جو شرطیں لکھ دو گی اُن کو زندگی بھر نہ ہوں گا۔

ضیا کو اس پر اور مذمت ہوئی۔ سرگین آنکھیں نیچے جھکا لیں۔ آخر بصورتِ نا دم چہرہ زمین کی طرف جھک گیا۔ اور بغیر اس کے کہ چار آنکھیں کرے بولی میں آپ کی عنایت محبت

کی شکر گزار ہوں۔ آپ کی اس نظر کرم اور مرحمت و توجہ کو دل و جان سے اور بڑی خوشی سے قبول کرتی ہوں۔ مگر میرا معاملہ اباجان کے ہاتھ میں چھوڑ دینا میرے اہلک و قمار میں اس لیے یہ کاغذ اور مہر انھیں کے ہاتھ میں دیکھنے تاکہ جو مناسب سمجھیں لکھ دیں۔ یہ کہہ کر اس نے کاغذ اور مہر کو افغانسو کے ہاتھ سے لے کے باپ کی طرف بڑھادیا۔ وزیر فرزان نے دونوں چیزوں کو لے کے جیب میں رکھ لیا۔ اور کہا: اب حضور کو دربار میں نشر یف لے چلنے کے لیے جلدی کرنی چاہیے۔“

افغانسو: ہاں اس تحریر کے بارے میں آپ کو آڑاوی ہے۔ اور کوئی جلدی نہیں جب مناسب سمجھیں گا اعلیٰان سے بیٹھ کے کھ لیجئے گا۔“

یہ کہہ کے درباری لباس شاہی پہننے کے لیے لباس کے کمرے میں گیا۔ اور وزیر فرزان کو کہا: آپ چل کے دربار کا انتظام کریں میں ابھی حاضر ہوتا ہوں۔ فرزان ضیا کو اپنے ساتھ گاڑی پر بٹھا کے فوراً قصر شاہی کو روانہ ہوا۔ اور جو لوگ باہر ٹھہرے ہوئے تھے انھیں وہیں روک دیا کہ بادشاہ کے ہمراہ رکاب آئیں۔

فقیر دیویر میں افغانسو نے باہر نکل کے شاہی جلوس اور معززین شہر کے ایک مختصر گروہ کے ساتھ قریبی راہ لی۔ اہل شہر اس کی تخت نشینی کی خبر سن کے بہت ہی خوش تھے۔ جدھر سے وہ گزرتا لوگ دیکھتے ہی مسرت کے نعرے لگاتے اور: ”بادشاہ سلامت“ کا غلغلہ میند کرتے۔ اور وہ ہاتھ اور سر کے اشاروں سے ان کا شکریہ ادا کرتا جاتا تھا تخت گاہ کے محل کے دروازے پر خلقت کا بہت جھوم تھا۔ جنھوں نے اس کا سامنا ہوتے ہی مبارکباد اور دعاے دولت کا شور مچایا۔ فوراً وزیر فرزان تمام اراکین سلطنت و وزراء و امرا رؤسا و سرداران فوج استقبال کے لیے باہر آئے اور سب مبارکباد کے نعرے بلند کرتے ہوئے اُسے اندر لے گئے۔

اندر جا کے افغانسو نے دیکھا کہ تخت شاہی کے پاس ہی شہنشین کے چوتھے پرایک طلائی کرسی کے اوپر سلطانی بیٹھی ہوئی ہے اور اس کے پیچھے دوسری کرسی پر اس کی چھوٹی بیوی اور ان کے سلطانہ کا چہرہ مامون کے غم میں غم آلود اور حسرت ناک تھا اور سیاہ آنکھیں لباس پہنے ہوئی تھی۔ مگر افغانسو کی صورت دیکھتے ہی اُس نے اپنا چہرہ بشاش بنا لیا۔ بڑھکے اس سے ہاتھ ملایا۔ اور ریشمی آنکھوں اور دلربا آوازوں

سولگاؤں کرنے لگی۔ گویا الغاسقو اس کا اصلی محبوب ہوا اور اس سے زیادہ محبت اس کی کسی کے ساتھ نہیں کر سکی ان لگاؤں کو وہ دل میں سمجھا۔ مگر اپنی طرف سے خفیت سے رکاوٹ بھی ظاہر ہونے کو بہت ہی خیال کر کے بہ ظاہر اس سے کھل کر ملا۔ اور حبیب میلان طبع سلطان نے اس کی طرف ظاہر کیا تھا اس سے زیادہ الغاسقو نے اس کی طرف دکھایا۔ یہ دیکھ کر پوران سلطان اور بہت ہی خوش ہوئی۔ اور سلطان نے اس کی بغل میں ہاتھ دے کے اُسے تخت شاہی تک پہنچایا جس پر وزیر فرمان نے ہاتھ کر کے بیٹھا دیا۔ ماہ سپہا ناما زمین منیا اپنے باپ کے برابر ایک کسی پر خاموش بیٹھی تھی اور سلطان کی حرکتوں کو بھولے پن کی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ اب حاضرین دربار جو نئے بادشاہ کی تعظیم کے لیے کھڑے تھے اپنی اپنی کرسیوں پر خاموش بیٹھ گئے۔ اور سارے دربار میں شام ہوا گیا۔

وزیر فرمان سب کو موجود و منتظر اور دربار کو مکمل دیکھ کر اپنی کرسی سے اٹھا اور تمام حاضرین کی طرف خطاب کر کے کہا: "اسے امر اور سرداران صقلیہ آپ کو معلوم ہو چکا کہ شاہ ہرجان جو ہم سب کے بادشاہ اور ہمارے مہرمان فرمان روا تھے غریب رحمت ہوئے۔ جس کا ہم سب کو صدمہ ہو۔ انھوں نے وفات سے چند گھنٹہ پیشتر میرے اور کئی مخصوصین بارگاہ کے سامنے اپنی جائینی کی بابت فیصیت نام لکھوایا تھا جو میرے ہاتھ میں ہے۔ اس میں انھوں نے لکھا ہے کہ اپنے بعد میں اپنے بھتیجے الغاسقو کو ولیعہد مقرر کرنا ہوں۔ میرے بعد وہی تخت پر بیٹھے۔ مگر اس شرط کے ساتھ کہ میری بھانجی سلطانہ کے ساتھ شادی کرے اُسے اپنی دوہن اور صقلیہ کی ملکہ بنائے۔ لیکن اگر وہ اس شرط کے قبول کرنے سے انکار کرے تو بجائے اُسکے اس کا بڑا بھائی دان برادرق تخت نشین ہوا اور اس کے لیے بھی یہی شرط ہو کہ سلطانہ کو اپنی بی بی بنائے۔ یہ کہہ کر فرمان نے وہ وصیت نامہ جیب سے نکال کے سب کے سامنے پیش کر دیا۔ اور کہا: "لاحظہ ہو۔ اور اس پر شاہ مرحوم کی مہربانی ملاحظہ فرمائیے۔"

یہی الغاسقو کا جسم غصے اور طیش سے کانپنے لگا۔ سلطانہ سے شادی کرنے کے لفظ اس کے دل پر ایک کھاری تلوار کی طرح پڑے جن سے دل و دماغ ریشاں ہو گئے۔ اور اب وہ پرل آگیا۔ کچھ کہنے چکا تو تھا تا وزیر فرمان نے اس کا خیال بھی نہ کیا اور سب حاضرین کی طرف دیکھ کر کہا: "حضرات! ہمارے اعلیٰ حضرت شاہزادہ الغاسقو نے"

جیسے بجائے شرمین سنی اسے بڑی خوشی سے منظور کیا اور قابل اطمینان طریقہ سے وعدہ فرمایا کہ شاہزادی سلطانہ کو اپنی دہلیوں بنائیں گے۔

حاضرین نے تو اس وقت خوش و خرم شاہ بادشاہ سلامت کے غم سے بلند کرنا شروع کیے۔ مگر افغانوں کے چہرے پر ایک رنگ آتا تھا اور ایک جاتا تھا جب تک کہ اس وقت بھی اس وقت دل میں وہ دیرفرمان کا جانی دشمن تھا۔ اس کی صورت سے نفرت تھی اور اسے بیٹھے کے منہ سے بات نہ نکلتی تھی آخر دل کو قابو میں کر کے وزیر فرزان سے کہا "اچھا اب وہ کاغذ بھی تو سنا دیجئے جو میں نے آپ کی صاحبزادی تھیا کے ہاتھ میں دیا تھا۔" فرزان (کمال برکتی سے) "وہ بھی حاضر ہے۔ یہ کہتے ہیں اس کاغذ کو جیب سے نکالا اور حاضرین کو متوجہ کر کے کہا "اس وصیت نامہ کو ملاحظہ فرمائیے ہمارے شاہزادہ افغانوں نے یہ تحریر لکھ کے مجھے دی ہے۔ اس میں حضور تحریر فرماتے ہیں کہ میں اپنے مرحوم چچا کی وصیت کے مطابق نہایت ہی خوشی اور مسرت سے شاہزادی سلطانہ کے ساتھ شادی کرنے کو موجود ہوں۔ اور وعدہ کرتا ہوں کہ نہ ہی میری محبوبہ اور سب کی ملکہ محترمہ ہوں گی۔" حاضرین دربار کی طرف خطاب کر کے اور اس کاغذ کا رخ ان کی طرف کر کے ملاحظہ ہو ہمارے بادشاہ جان پناہ کی یہ ہر موجود ہے۔

اب افغانوں کے دل میں غصہ کی آگ اس شدت سے بھڑکی رہی تھی کہ اندیشہ تھا اس کی کوئی جنگی باہر نہ کل پڑے جو اسے دربار کو جلا کے خاک کر دے۔ بظاہر وہ فتنہ اور ہنگامہ خوف سے اور وزیر فرزان کے دباؤ سے جو بچپن سے اس پر پڑا ہوا تھا خاموش بیٹھا رہا۔ اور دوسرے مارا۔ مگر دل کی حالت نہایت ہی نازک تھی جو اختیار سے باہر ہوا جاتا تھا۔ لوگ خوشی کے غم سے بلند کر رہے تھے اور وہ دل میں کہہ رہا تھا کہ وزیر فرزان نے مجھ سے دغا کیا۔ اور ایسی بات میری طرف سے شہو کر دی جو میرے امکان میں نہیں ہے۔ میں نہ سلطانہ سے شادی کر سکتا ہوں اور نہ اپنی جان ہزار دہ پیاری محبوبہ تھیا کو چھوڑ سکتا ہوں۔ ایک دفعہ پھر خوشی غم لغت نے زور کیا اور قریب تھا کہ سب سے بچا کر کے کہہ دے کہ میں سلطانہ کے ساتھ ہرگز شادی نہیں کر سکتا۔ اور وزیر فرزان نے میری طرف سے جو مجھ کا جھوٹا غلط اور بالکل بے بنیاد چرچہ کیا ساتھ ہی دل میں آئی کہ نہ زبان سے اس گھڑائی ان الفاظ کے نکالنے کے معنی تاج و تخت پر دست بردار

ہونے کے ہیں۔ آخر سوختے سوختے یہ بات خیال میں آئی کہ سلطانہ یا کسی کے ساتھ میری شادی بغیر لوہے کی منظوری کے نہیں ہو سکتی جس کے حصول کے لیے کم از کم چھ سات مہینے کا زمانہ چاہیے۔ اس مدت میں تمام ارکان دولت اور سرداران فوج کو اپنا موافق بنالوں گا اور اس وقت سلطانہ کے ساتھ شادی کرنے سے انکار کروں گا تو میرا کوئی کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔ میں آج ہی سے معزز عہدوں و مہماری کی خدمتوں اور فوج کی افسروں پر اپنے دوستوں اور اپنے ہر دوسرے لوگوں کو مقرر کرنا شروع کروں گا اور چھ مہینے کے اندر ایسا کروں گا کہ میرا کوئی کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔ ضیا کو بھی ادوں گا کہ جو کچھ چوڑا ہر صحت زمانہ سازی کے لیے جو تاکہ سلطانہ دبی رجا درین اسکو غافل کر کے سازگار رہا یا اور تمام معزز لوگوں کو اپنے موافق بنالوں چند روز میں قوت پیدا کر کے میں تم سے شادی کروں گا اس وقت میرا کوئی کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔

ماہم اس کے دل میں اس وقت عجیب بقراری تھی۔ رہ رہ کے سینے میں کچھ ایسے مضطربانہ خیالات جویش مارتے تھے کہ ڈرتا تھا کہ میں میری زبان سے کوئی ایسا لفظ نہ نکل جائے جو اس موقع و محل میں نامناسب و غیر موزوں ہو۔ چنانچہ اہل دربار کی تہنیت لیتے ہی اُس نے درخواست کا حکم دیا۔ سب لوگ آداب بجالا کر رخصت ہو گئے اور سلطانہ اور اُسکی ماں بوریان بھی اُٹھ کے چلی گئیں۔

نوائے باب

و لئیکل شادی

اب دربار کا ہال تمام لوگوں سے خالی ہوا ایک وزیر فرمان باقی ہوا اور چوہدری و مقررین دربار افسانہ نے ان سب کو بھی باہر جانے کا حکم دیا۔ اور اُن کے جاتے ہی چالاک وزیر فرمان کو اپنے پاس بلا یا۔ اور سخت برہمی اور طیش سے کہا: آپ نے خدا کی قسم مجھے دغا دی کیا اپنی ان مصلحت تدبیروں سے آپ سمجھتے ہیں کہ میں سلطانہ سے شادی کروں گا؟ ہرگز نہیں۔ یہ قیامت تک نہ ہو گا۔ وہ لڑکی جس کی ماں نے میرے باپ کو گناہ قتل کرایا جو اتنا درجہ کی بدکار و زانیہ ہے اس کے ساتھ میں شادی کروں غیر ممکن ہے اسکی صورت دیکھتے ہی میری آنکھوں میں خون

اگر آتا ہے

وزیر دست بستہ سامنے کھڑے ہو کے ان کلمات جوش اور الفاظ غلط و غضب کو تحمل و خاموشی سے سنتا رہا اور جیسا دیکھا کہ بادشاہ کی زبان اپنے دل کا بخار اچھی طرح کھال چکی ہو تو بولا "حضور ابھی بچے ہیں۔ اور اپنے نیک و برے نادانوں سلطانہ کے ساتھ شادی سے انکار کرنے کے معنی دوسرے الفاظ میں "مالج و تخت سے دست بردار ہونے کے ہیں" اتنا کہتے ہی بغیر اس کے کہ انھوں نے زبان سے جواب سننے کا انتظار کرے دوسری طرف لبک کے کسی اور ضروری کام میں مصروف ہو گیا۔

انھوں نے یہ شخص کس قدر چالاک اور ہوشیار ہو جانتا ہے؟ جواب زیادہ سخت اور فیصلہ کن ہو گا۔ اس لیے اس کی نوبت ہی نہ آنے دی۔ اور مال بھی پھر دل میں کہا "اچھا اب مجھے بھی وہی اصول اختیار کرنا چاہیے جس کے بغیر دنیا کسی کو چین نہیں لینے دیتی میرا خیال تھا کہ راست بازی اور ایمان داری سے ہر کام کو انجام دے دوں گا۔ اور جہاں پہنچے گا سازش اور مکاری سے بھاگوں گا۔ مگر دنیا تو مکار ہے اور مکاری ہی سے خوش رہتی ہے۔ وزیر فرماں مجھے مکار بنانا ہے تو میں بھی اسکے لیے تیار ہوں۔ اب میں سلطانہ سے بہت بڑھ چکی ہوں کے ذوق و شوق سے ملا کر دن گا۔ اسے اپنی محبت کا یقین دلادوں گا اور اسے بھاری دن ہی بھاری دن میں رکھوں گا۔ ملک میں اپنا اثر بڑھا لینے کے بعد اس طرح کمال باہر کر دوں گا کہ وہ بھی یاد کرے گی"

دربار کے بعد وہ قصر شاہی ہی میں رہا اس لیے کہ امرا اور نوابوں کے بے درپے آنے۔ وزیر اور عمدہ داران سلطنت سے ملنے اور مہمات سلطنت کی ضرورت میں کئی دن تک اپنے پڑانے مکان یعنی وزیر کے قصر میں جاتے کی مہلت نہیں ملی شہرے روز بہ روز رہا۔ اور جتنی دفعہ بدران و سلطانہ ملنے کو آئیں بڑی گرم جوشی سے ملا۔ بوران کی حد سے زدہ تعظیم کی اور سلطانہ سے لگاؤ کی باتیں کیں انھار عشق و محبت کیا۔ یہاں تک کہ تخت نشینی کے تیسرے ہی دن سلطانہ نے چند ناز و غمرے کھا منہ تھوٹھا لیا۔ اور کہا "دو ہی دن میں تمھارے عشق نے مجھے قیاب و مقرر کر دیا ہے۔ آخر یہ فراق و جا بگذازی کی ہاڑسی کھو دیان کہ کٹ چکی ہو گی؟" انھوں نے کوئی اندیشہ کی بات نہیں۔ انھوں نے شوق و محبت کو بڑھاتا اور حضور

کرتا ہی خود میری یہ حالت ہو کہ جب تم سامنے نہیں ہو تین میری یہ پر حسرت آنکھیں تمہاری پیاری جادو بھری صورت کو ڈھونڈھا کرتی ہیں۔ جانتا ہوں کہ تمہارے سوا اور کوئی نازنین صقلیہ کی ملکہ نہیں ہو سکتی۔ مگر کچھ ایسی مجبوریاں ہیں کہ نہ میرا بس ہوا اور نہ تمہارا۔ بغیر حسرت پاپائے مقدس کی منظوری کے جادوئی تمہاری شادی ہو ہی نہیں سکتی۔

سلطانہ: "اے جہاں! اس کا تو مہینوں انتظار کرنا پڑے گا۔ وہاں سے منظوری چھ مہینے میں آئے تو جاؤ آج آئی۔ اور پھر اگر دشمنوں نے کسی قسم کی سازش کی یا خود پوپ صاحب کی کوئی غرض یا ایسی ہوئی تو ایسے کام جان بوجھ کے برسوں اٹکا دیے جاتے ہیں۔ تم نے کسی کو وہاں شادی کی درخواست دے کے بھیجا بھی ہے؟"

افسانو: "ابھی تک تو سلطنت کے ملتوی کاموں کو مٹانے ہی کی فرصت نہیں ملی۔" سلطانہ: "تو کسی کو جلدی بھیجی میں کب تک تمہارے وصال کی حسرت میں ٹہرا کروں گی؟" افسانو: "تم سے زیادہ بیتاب و بقرار میں ہوں لیکن اس کا اطمینان رکھو کہ تمہارے ہی ساتھ شادی کروں گا۔ اور تم سے زیادہ حسین و پرکمال مبارکہ دنیا میں ہی کون ہو کہ تمہیں چھوڑ کے میں اس کی طرف رخ کروں گا۔"

یہ کہتے کہتے دوسری طرف نظر گئی تو کیا دیکھتا ہو کہ وزیر فرزان غلاموش کھڑا ہے۔ اور اس کے برابر اس کی حوروش بیٹی ضیا جس کی رنگت اڑی ہوئی ہے۔ چہرہ غصے سے تپتا یا ہوا ہے۔ ربیلی آنکھیں خجکاریاں بنی ہوئی ہیں۔ اور حسین نامہ پر سیکڑوں بلبلوں کی اسکی صورت دیکھتے ہی افسانو کا کلیجہ دھک سے ہو گیا۔ وہ فوراً دست لے کر زبان روک لی۔ اور خفت مٹانے کے لیے ضیا سے کہا: "این اتم کب آئیں؟ مجھے تمہارے آنے کی خبر ہی نہ ہوئی!"

ضیا: "دیر سے کئی حضور جہان پناہ کی باتیں سن رہی ہوں۔" یہ رنگ دیکھتے ہی وزیر فرزان نے ضیا سے کہا: "بیٹی آؤ! حضور رب ملک سے پھر ملنا۔ یہ ہماری سخت غلطی اور بد نتیجہ تھی کہ بادشاہ کی خلوت خاص میں بلوں بے مکان چلے آئے۔" یہ کہتے ہی بیٹی کا ہاتھ کپڑے اُسے دربار سے ہٹانے لگا۔ اور افسانو حیران و بہوت تھا کہ کیا کروں؟ اور ضیا سے اب کیوں کچھ نہ خواہی کروں؟ افسانوس میری اس دقت کی باتیں سن کے اس کے اندر کہ حل کو بڑی چوٹ لگی

ہو گی۔ بشارت اس کے۔ کوئی علاج نہیں ہو کہ سلطانہ کو ایسی ہی دوا ایک باتیں کر کے نصرت کروں۔ اور آج رات کو جا کر دنیا کو سمجھاؤں گا کہ یہ میں تیرا وزیر ہوں کی باتیں کرنا اور سلطانہ کو دھوکا دے رہا ہوں۔ تم اس کا ٹھاننا۔

افانسو: میں خیالوں اور فکروں میں تھا کہ سلطانہ نے جو نکائے اپنی طرف متوجہ کیا اور کہنے لگی یہ یاد رکھیے کہ جناب پاپا سے اعظم کے پاس خانی درخواست پہنچ دینے سے کام نہ چلے گا۔ وہاں کے دوا ایک کارڈوں کو کچھ دے دلائے گا چاہیے۔ یہ کام کسی معمولی شخص سے نہ ہو گا۔ اگر کوئی ہو شیار وزیر بیان کر بہت سے دینے اور تحفے لے کے جائے تو اجازت ملے گی۔

افانسو: ابھی تو میں بیان کرے ایک ہو شیار اسقف کو بھیجتا ہوں اگر اس سے کام نہ نکلا تو کسی وزیر کو بھی بھیج دوں گا۔

سلطانہ یہ مگر جلدی کر۔ مجھ سے زیادہ صبر نہ ہو سکے گا۔ یہ کہہ کے سلطانہ نے افانسو سے نصرتی بوسہ بازی کر کے ہاتھ ملایا۔ اور چلی گئی مکان کے باہر نکلتے ہی ذرا ٹھہر گئی۔ اور آپ ہی آپ کہنے لگی: بس معلوم ہو گیا تو عمر اور ناخبرہ کا رشاہ افانسو سلطنت چلنے کی غرض سے میرا عاشق بنا ہوا ہے۔ مگر وزیر فرزان کی بیٹی پر عاشق ہو اس کو چار انگلیں ہوتے ہی اس کی رنگت بدل گئی تھی؛ کس قدر گھبرایا تھا۔ اور خود دنیا کی صورت سے کیسا غیظ و غضب اور کس قیامت کا طیش ظاہر ہوتا تھا؛ دونوں ایک دوسرے کے شوق میں دیوانے بن اور آپس میں شادی کا اقرار کر چکے ہیں بغیر اسکے یہ بات کہیں ہو سکتی ہیں کچی گولیاں تین کھیلی ہوں خوب سمجھ گئی اب مجھے اس کی تدبیر کرنا ہے۔ بظاہر وزیر فرزان کو نہیں منظور ہے کہ دنیا کی شادی افانسو سے ہو۔ انھوں نے امان سے جو عہد کیا ہے اسے بنا ہر ہیں۔ تو مجھے اپنی غرض میں ان سے خوب مدد ملے گی۔ اُن دونوں کا عشق لاکھ بڑھا ہوا ہو مگر ابھی ناخبرہ کا رہنے میں مجھ میں اور فرزان میں اتفاق ہو گیا تو ہم دونوں سے نہیں پیش پاسکتے خیر دیکھا جائے گا۔ یہ تو میں پہلے ہی سے جانتی تھی کہ سیری شادی کو عشق و محبت واسطہ

عہد پاپا کی دینی مجلس غورٹ کے ارکان جو برسے برسے مراض راہب اور اسقف ہوتے ہیں کارڈوں میں کھاتے ہیں۔

نہیں۔ یہ سقلیہ کا ایک بڑا اہم پولیٹیکل مسئلہ ہے جو حکمت عملی اور حسن تدبیر سے پورا ہو گا۔ اور خدا نے چاہا تو مجھے اور وزیر فرزان کو ضرور کامیابی ہو گی۔ یہ سوچتی ہوئی اپنے گھر گئی۔ اور دوسرے کاموں میں مصروف ہو گئی۔

دسوان باب

آہ انسان اتنی جلد ہی کیسے بوجھا ہوتا ہے؟

وزیر فرزان ضیا کو افغانو کے سامنے سے ہٹانے کے لیے گیا تو گاڑی پر بیٹھ کے گھر کی راہ لی۔ راستہ میں بیٹی کی صورت دیکھی تو اسے نہایت ہی پریشان اور مضطرب الحال پایا۔ لاڈلی بیٹی کو اس قدر دل شکستہ اور طول و حزمین دیکھ کے ڈرا کر ایسا نہ ہو اس ناقابل برداشت صدمہ سے یہ بیمار پڑ جائے۔ یا نا کامی دنیا مرادی کے جوش میں کوئی ایسا کام کرے جو خطرناک ہو۔ راستہ میں گاڑی بچکا بار ادا کر کے باہر چھوڑا جائے۔ مگر ضیا غصہ ہو کر بدیرینے کے سوا مطلق متوجہ نہ ہوئی۔ اور نہ اس کی پریشانی شکستہ دل کم ہوئی۔ آخر فرزان نے کہا۔ بیٹی تم اس قدر پریشان کیوں ہو؟ ضیا نے فوراً غم سے اس کا کچھ جواب نہ دیا۔ تب وزیر نے کہا۔ میں جانتا ہوں کہ تم شاہ افغانو کی ظاہری باتوں میں پھنس کے گرفتار محبت ہو گئی ہو۔

ضیا۔ (ندامت سے آنکھیں میچ کر کے)۔ انھوں نے مجھ سے بڑے بڑے وعدے کیے تھے۔ اور خدا جانے کیا کیا اقرار کئے؟ جو یہاں سے جانے وقت تک تو یاد تھے۔ مگر اب معلوم ہوتا ہے بھول گئے۔ اتنا کہتے ہی اس کی نرگس آنکھوں سے ٹپا ٹپا آنسو گرنے لگے۔ فرزان نے یہ دیکھتے ہی میچی کو گود میں کھینچنے لگے۔ نگاہیں آنسو بوجھے اور بیمار کر کے کہا۔ بیٹی تمہاری ناخوابہ کاری اور جین کی سادہ لوحی تھی جو افغانو کی باتوں میں آگئیں۔ ایسے لوگ جین سلطنت ملنے والی ہوں ان کے قول و قسم کا بھی کوئی اعتبار کرتا ہے؟ مصلحت اور ضرورت سارے عہد و پیمان تو دوا دیا کرتی ہے۔

ضیا نے تو ان سے یہ بھی گویا تھا کہ شاہزادوں کی بات کا اعتبار نہیں ہوتا۔ مگر انھوں نے تمہیں کواکے اور مضبوط عہد و پیمان کر کے میرے دل میں جگہ بنا کر لی۔

فرزان۔ اس وقت افغانو کے دل میں بیٹیاں ہی ہو گا کہ نہ تمہاری جرح سے بنا دیں گے۔ اور

کبھی اپنے قول سے نہ پھرین گے۔ لیکن تاج پوشی تخت نشینی کے وقت جب انھیں یہ نظر آیا کہ سلطانہ سے شادی کرتا ہوں تو سلطنت ملتی ہے۔ ورنہ نہیں ایسی حالت میں کہ کوئی ممکن تھا کہ وہ تاج و تخت کو چھوڑ دیتے۔

ضیا: "اُن کا تو یہی قول تھا کہ سلطنت کو چھوڑ دیں گے۔ اور مجھے نہ چھوڑیں گے۔"

فرزان: "کرکین میں ایسے دعوے سب ہی کے ہوا کرتے ہیں۔ مگر جب وقت آتا ہے تو وہ سب قول اور دعوے ہوا کی طرح اڑ جاتے ہیں اسی دن کے لیے ہمیشہ میری یہ کوشش رہی کہ نکو اور الغاسو کو آپس میں ملنے جلنے کا زیادہ موقع نہ دوں۔ مگر میری تدبیروں کو خلاف معلوم ہوتا ہے۔ تم میں ان میں بیل جول بڑھا۔ اور اسی غلطی کا یہ خمیازہ ہے جو آج تم ہیگت رہی ہو۔ لیکن خیر زیادہ جبران نہ ہو میں نے اس کی تدبیر پہلے سے کر لی ہے کہ تم کو زیادہ پریشان نہ ہونا پڑے تخت نشینی کے لیے جاتے وقت جب الغاسو نے تم سے شادی کرنے کی حامی بھری۔ اور اقرار نامہ لکھنے کے لیے وہ کا ہذا درگھوٹھی دی میں اسی وقت سمجھ گیا

تھا کہ یہ انجام ہو نہ والا ہے۔ اور اسی خیال سے میں نے اسی دم اس کا علاج بھی سوچ لیا۔ ضیا: مگر باجان الغاسو کو تو مجھ سے ایسی محبت تھی کہ اس کا اندر میرے دل پر بڑ گیا۔ اور بالکل اُن کی ہو گئی ایسی محبت یوں آنا فائنا میں رٹ جائے اس کا تو مجھے یقین نہیں آتا۔"

فرزان: "تم سے انھیں جیسی محبت ہے اس کا حال تم نے دیکھ ہی لیا۔ تم کس قدر بھولی اور بے عقل ہو، بھلا یہ عقل میں آنے کی بات ہے کہ تمہارے لیے وہ سلطنت سے دست بردار ہو جائیں گے۔"

ضیا: (ایک آہ حسرت ناک کے ساتھ) "تو خیر اُن کے دل میں یہ طاقت ہے کہ ایک سو محبت کریں اور دوسرے سے شادی کریں۔ میرے دل سے تو یہ نہ ہو سکے گا۔ میں انھیں کے نام پر بھی رہوں گی۔"

فرزان: "کیسی بے عقلی کی باتیں کرتی ہو؟ آج ہی چلو میں تمہاری شادی ایسے شخص سے کر دوں جو عزت و دولت خوش مزاجی ناز و برداری کسی بات میں کم نہیں ہے۔"

ضیا: "اس میں سب باتیں ہوں مگر محبت کہاں سے لائے گا؟"

فرزان: "رہیں گے۔" محبت! محبت تو اسے ایسی ہے کہ تمہارے لیے سب قرار ہے۔"

ضیاؑ اُسے محبت ہو۔ مگر مجھے تو نہیں۔
فرمان : مانا زبرداری و جان شاری اور لطف دانی کے دو دن میں محبت
 ہو جاتی ہے۔ وزیر مگر کس تمہارے عشق میں بیتاب ہو۔ مجھے کئی بار تمہارے لیے پیام بھیجا
 ہے۔ اور میں نے منظور بھی کر لیا ہے۔ وہ کوئی معمولی شخص نہیں خاص شاہی خاندان
 سے ہے۔ دو تندرست جوان ہے۔ خوب رو ہے۔ اور فوج و رعایا پر سب سے زیادہ اثر
 رکھتا ہے۔ جس خوبی سے وہ رکھے گا۔ اور جیسی اُس کے ساتھ تم زندگی بھر خوش
 رہو گی۔ بات بادشاہ کی مکہ سننے میں قیامت تک ممکن نہیں ہے۔
ضیاؑ (برہمی کے لہجہ میں) : ابا جان یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں، الغائب کے فراق کو جھیل
 لیجاؤں گی اس کے سارے ظلم و جور سہل ہوں گی۔ مگر اس کے عوض کسی اور سے شادی کروں
 اس کو ہرگز نہیں برداشت کر سکتی۔ میرا دل ٹوٹ گیا ہے۔ میرا
 خون خشک ہو گیا ہے۔ میری روح بیکار ہے اور میرے دل میں سیکڑوں زخم بڑے ہوئے
 ہیں ایسی بدبختی کے ساتھ کون بناہ سکتا ہے۔ مجھے آپ سے زیادہ کہتے شرم آتی ہے۔
 مگر بیجا بن کے کتنی ہوں کہ میں شاہ الغائب پر عاشق ہوں۔ عنقریب موت میری
 زندگی کے ساتھ میری مصیبت کا خاتمہ کر دے گی۔ اور اس وقت آپ کو اپنی نالائقی
 بیٹی کے دل کی حالت کا یقین آئے گا۔

فرمان : اس وقت تم پریشان ہو اس لیے ایسا معلوم ہوتا ہے مگر بیٹی برا کہنا ان
 لوگوں تو دو تین دن میں خود ہی دیکھ لو گی کہ تمہارا دل تمہیں چھو کا دے رہا تھا۔
 اور وہ ایسا کمزور اور زخمی تھا۔ جیسا کہ تم اسے سمجھی ہوئی یقین قطع نظر اس کے
 ہر سعادتمند لڑکی کا فرض ہے کہ دل پر جبر کر کے باپ کا کہنا مانے۔ اور مجھے یقین ہے
 کہ تم سعادتمند ہو۔

اب ضیا باپ کی ضد سے خائف تھی۔ اور اس سختی آفت سے بچنے کی
 تدبیریں سوچ رہی تھی کہ گھر آ گیا۔ فرمان نے اُسے اس کے کمرے میں پہنچا کے کہا
 : اس معاملے میں تم خوب غور کرو کہ تھوڑی دیر کے بعد میں پھر آئے گا تم سے ملوں گا۔
 یہ کہہ کے چلا گیا اور ضیا اپنے کمرے میں داخل ہوئی اپنی دایہ آریہ سیلٹ
 کے رونے لگی۔ مگر یہ تسلی دلا رہی دے کے رونے کا سبب پوچھا۔ اور اس نے

ساری گزشت کہ سنائی جس پر وہ بھی بہت پریشان ہوئی اور کہا مٹی میں نے تو تم سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ شاہزادوں کے قول و قسم کا اعتبار میں گرفتار نہ رہو۔ ان کے فقرے میں کچھ نہیں اور انھیں دل دے دیا۔

صنیاءؑ گردہ تو کہتے تھے کہ میں اپنا قول سے کبھی نہ بھرون گا۔ سلطنت چھوڑ دوں گا۔ اور تمھیں نہ چھوڑ دوں گا۔

مار سیہؑ تم بھی کیسی بھولے بن کی باتیں کرتی ہو؟ اقرار کرتے وقت آج تک کسی نے بھی کہا کہ میں اس قول کو پورا کر دوں گا؟ اب تم اپنے دل کو تسلی دو۔ اور اُن کا خیال دل سے نکال ڈالو۔

صنیاءؑ اسے یہی تو اختیار میں نہیں ہے۔ الفانسو کی صورت نہ میرے دل سے مٹتی ہے اور نہ آنکھوں کے سامنے سے ہٹتی ہے جس کے دل کی یہ حالت ہو اس سے کہا جاتا ہے کہ مرکیس سے شادی کر لو۔

مار سیہؑ مرکیس کے ساتھ شادی کرنے کو کون کہتا ہے؟ یہ ہو جائے تو یہی بہت اچھا ہے۔ اس سے اچھا دوا لھا و لھا صقلیہ صہر میں نہیں مل سکتا۔

صنیاءؑ اباجان کہتے ہیں۔ اور کہتے کیا ہیں مجھے زبردستی مجبور کر رہے ہیں؟ مار سیہؑ تو یہی ذرا قبول کر لو۔

صنیاءؑ کیسی باتیں کرتی ہو؟ میں اور الفانسو کے سوا دوسرے سے شادی کروں؟ قیامت تک نہیں ہو سکتا اور ہو گا تو اس سے زیادہ صدمے ہوں گے۔ اس سے بڑھ کر

خرابیاں پیدا ہوں گی اور بہت ہی بدتر نتیجہ ظاہر ہوں گے۔ تم یقین جانو کہ اگر یہ میرے بس کی بات نہیں ہے۔ اباجان جو چاہیں گے ہو گا۔ لڑکی ذات ایک بے جان اور

بے حقیقت چیز ہے۔ وہ ان باب کی لوندی ہے اور انھیں اختیار ہو کہ مجھے جس کے ہاتھ چاہیں بیچ ڈالیں۔ مگر خوب یاد رکھو کہ میں بکوں گی مگر الفانسو کے سوا کسی اور

کو دل دے دیا۔ یہ نہ ہو گا۔

اس کے بعد وہ ادب سے جدا ہو کر اپنے کمرے میں گئی جس میں سے الفانسو کے کمرے کی طرف گھبراہٹ کے نقش و نگار اور چہرہ دروازے کی طرف دیکھ کے ہنستے ہوئے اور جب سلاطین شہسک کے محل جانے سے دل ذرا ہلکا ہوا تو اپنی حالت پر غور کرنے

لگی۔ اور دل ہی دل میں باتوں کا یہ سلسلہ شروع ہو گیا۔ ایک ہی دن کی بادشاہی میں
مجھے بھول گیا، آہ! انسان اتنی جلدی کیسے ہو جاتا ہے۔ کیا اگلے عہد و پیمان اور
قول و قسم اسے یاد آئے کہ نہ ستاتے ہوں گے، آہ دنیا کی غرض اور وقتی مصلحت انسان کو ایسی
ایسی ہونا پائی ہو کر رہتی ہے! افانسو کا ایسا سیدھا سادہ ہائیک دل اور دلفریب شاہزادہ
اپنے قول سے پھر جائے! جیسی محبت ہم دونوں میں تھی وہ یوں دم بھر میں غائب ہو جاتا
آہ! یہ یونہی اور خود مطلب دنیا کا جادو ہے۔ اسچھ اور عالم اسباب سے بالکل باہر بھلا
مجھے کسی طرح بھی اس کا یقین آ سکتا تھا کہ افانسو مجھ سے یونہی کرے گا یا وہ مجھے
بھول گیا، قیامت تک نہ انہی۔ مگر اب تو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ سلطانہ سے اس نے وہی
چار جملے کہے تھے مگر آہ کس قیامت کے جملے! جھوٹے میری ساری زندگی کو خاک میں ملا دیا۔
خوشی ہمیشہ کے لیے مجھ سے رخصت ہو گئی آہ! اسکے اسی سلوک کو جو جہ سے مرکیس کے ساتھ
شادی کرنے پر مجبور کجیاتی ہوں! کیا اس شادی سے جی کوئی بڑا سخت عذاب میرے لیے
ہو سکتا ہے، آہ! ظالم! تو نے مجھے تباہ کر دیا۔ اپنی محبت کے جال میں پھانسی کے میری
سٹی خراب کر دی۔ کاش میں مر جاتی مگر کس کی بلا سے چھوٹ جاتی۔ اور سلطانہ کو تیرے
ہم پہلو دیکھنے کی کوفت نہ اٹھاتی۔

اب جو دل جت ہی بڑھ گیا تھا۔ اپنی زندگی خراب ہونیکے خیال نے یہ آرزو دل
میں پیدا کر دی کہ جس طرح میرا عیش خاک میں ملا ہے۔ اسی طرح افانسو کا عیش بھی خاک میں جا
بے اختیار جل جل کے اور طیش میں آ آ کے اسے کوسنے لگی۔ اور یہ خوفناک کلمات اسکی زبان
پر تھے۔ "یونہی دے دو افانسو! یہ سلطانہ خدا کرے تیرے لیے کچھ جانے والی ڈالیں
بچائے۔ اس کا عذاب دہن تیرے لیے زہر حلا حل ہو جائے۔ اس سلطنت اور اس تاج
و تخت سے تو کبھی لطف نہ اٹھائے۔ یہی تیرے حق میں عذاب الہی ہو۔ اور ساری دنیا
تجھ پر لعنت بھیجتی رہے۔" ہائے جیسا تو نے مجھ سے کیا ہے دیکھتے ہی قسمت مجھے سنائے۔
خیر تو بھی ٹھنڈا نہ رہے دل کے جلانے والے۔

ہائے! کیا کروں کہ مجھ سے اپنی محبت کی بے قدری کا بدلہ ملے اور مجھے قرار
آئے! کیا خود کشی کروں! زہر میں مجھے خنجر کے باقی سے دل کی جلن مٹاؤں! یا زہر
کا جام پی لوں تاکہ وہ شیشہ دل کی رہی سہی کھٹکنے والی کرچوں کو کھلا کے بہا دے

لیکن اس سے ظالم تو اور مطمئن ہو جائے گا۔ اور بے کھٹکے بیٹھ کے آرام کرے گا۔ تو پھر انتقام کی اور کون تدبیر ہے؟“ دل سے بار بار انتقام کی تدبیر پوچھتی تھی اور جواب نہ ملتا تھا۔ جب اس کا کچھ جواب نہ ملا تو انتہا درجے کی یاس و ناامیدی کے خیالات باقی رہ گئے۔ جن کے بعد سوازار و قطار روڑے کے کچھ نہ تھا۔ تاہم اسی سوال کو بار بار زبان زدِ دہر تھی۔ تھی اور پھوٹ پھوٹ کے روٹی تھی یہاں تک کہ کمرے کا دروازہ کھلا۔ اور بارہ آگے کہا: ”آپ کے ابا جان آئے ہیں“ سنتے ہی وہ گھبرا کے اٹھ کھڑی ہوئی۔ وزیرِ خزانہ اندر داخل ہوا۔ اور دل شکستہ منیا نے نہایت ہی حیرت سے دیکھا کہ وزیر کے ساتھ الغاسو کی نئی محبوبہ سلطانہ بھی ہے!“

گیارہواں باب

غمناک شادی

سلطانہ کو اپنے گھر میں دیکھ کے ضیا بھوپکی ہو کے رہ گئی نقشِ حیرت بنی ہوئی تھی۔ برہمچی اور حیرت کے جوشِ ایک میں ملے ہوئے تھے۔ اور کوئی لفظ زبان سے نہ نکلتا تھا۔ اتنے میں خزانہ نے کہا بیٹی خوش اور سکرگزار ہو کہ تمھاری ملکہ تم سے ملنے اور تمھارے ساتھ ہمدردی کرنے کو آئی ہیں۔ مگر ضیا کے پاس اس کا کوئی جواب نہ تھا۔ آخر چالاک سلطانہ نے خود ہی بڑھ کے ضیا کو گلے لگا لیا اور ایسی قوت کے ساتھ بھینچ کے پٹیا یا کہ ضیا نے اس کے آغوش سے چھوٹنے کے لیے لاکھ ہاتھ پاؤں مارے کچھ زور نہ چلا۔ اور جب فرحت میں ہار کے اُس نے ہاتھ پاؤں ڈال دیے تو سلطانہ نے کہا: ”ضیا تم میری چھوٹی بہن ہو۔ اور میں تمھاری ہمدردی کے لیے آئی ہوں میری نیت کوئی خیال ہو تو اسے دل سے نکال دو“ ضیا۔ حیرت کی لگا ہون سے دیکھتے ہوئے: ”آپ مجھ سے کیا ہمدردی کریں گی؟“ سلطانہ: ”اب بیٹھ جاؤ تو ہم طہنان سے باتیں کریں۔“ سب قریب قریب کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ اور سلطانہ نے کہا: ”میں ضیا۔ آج صبح میں تمھارے چشمہ دار دستے تمھارے دل کی حالت پہچان گئی۔ تمھارے طیش اور بادشاہ کی نادمہ آنکھوں نے مجھ سے صاف صاف کہا: ”دیکھ تم میں اُن میں کیا تعلقات ہیں اور کیسے کیسے عہدِ پیمان ہو چکے ہیں؟“

ضیا - (باپ کی موجودگی بھول کے) "ہاں آپ پہچان لیں اور اس عہد و پیمان کو بادشاہ کے دل سے مٹائے آئی ہیں کہ میرے دل سے بھی شادین ہے"

سلطانہ - تمہارے اس فقرے کا تعلق جہاں تک تمہاری ذات سے ہے میں اُسے تسلیم کرتی ہوں مگر شاہ افسانہ کے دل پر میں نے ذرا بھی اثر نہیں ڈالا مجھ پر عشق ظاہر کرنے میں انہیں نے سبقت کی اور میں نے دل پر جبر اور زبردستی ان کے ان کی درخواست قبول کی تین سالوں کا اس معاملہ میں میں نہایت بے پروا رہی اور یہ داکر نے کی وجہ ہی کیا تھی؟ مجھے معلوم تھا کہ جس کسی کو راج و تخت کی ہوس ہو گی جھک مارے میری خواہش نہ کر گیا۔

ضیا - (اور زیادہ متحیر ہو کے) "آپ کو خدا نے یہ بھی کمال دیا ہے کہ جس سے دل نہ ملتا ہو ملا لیجے جس سے ذرا بھی محبت نہ ہو اس پر عاشق ہو جائیے"

سلطانہ - "پیارے بھولی بہن تم ابھی بچہ ہو۔ اور تم نے یہ سب انہیں دیکھی ہے عیش و محبت دل ملتا اور نہ ملتا سوئی لوگوں اور ذاتی طبقہ والوں کی باتیں ہیں۔ ہم لوگوں کی شادی کو عشق محبت یا انس و الفت سے کیا لگاؤ؟ جاری شادی ان ملک کا ایک پریشیل معاملہ ہوا کرتی ہیں ہم اپنی غرض دیکھ کے دل ملائیے ہیں اور کسی مٹی یا لسی سے کیا کچ کرتے ہیں مجھے معلوم تھا کہ سلطنت کی آرزو ہو گی تو خود ہی ناک و گرجے آئیں گے اور انہیں یقین تھا کہ اس سے شادی نہ کی تو راج و تخت سے محروم رہ جائیں گے یہی ہوا کہ افسانہ خوشامد کرتے اور عاشقی کا دم بھرتے ہوئے آئے اور میں بھی یہ سوچنے لگی کہ انکار کروں گی تو حکومت نہ نصیب ہو گی ان پر عاشق بن گئی یہ بات اپنے دل سے نکال ڈالو کہ میں نے تمہارے عاشق کو تم سے چھین لیا۔

ضیا - "نہیں مجھے آپ سے شکایت نہیں شکایت تو اس سے ہے جس نے میرے سادے دل کو قریب دے کے میری زندگی خراب کی اور میرا عیش ہمیشہ کے لیے مٹا دیا"

سلطانہ - "اُن کی بھی شکایت نہ کرو بلکہ ان سے بددعا ہی اور بوفانی کا انتقام لو"

ضیا - "ہائے کیسے انتقام لوں؟ یہی تو میرے اختیار میں نہیں ہے"

سلطانہ - "تم بہت آسانی سے انتقام لے سکتی ہو۔ اُن کے سامنے اور اُن کو دکھا کے دوسرے شادی کرو۔ اُن کے سامنے اُس دوسرے شخص کی بغل میں بیٹھ کے اپنے چہرے پر اطمینان ظاہر کرو۔ ایک بادشاہ کے لیے اس سے زیادہ ذلت و تکلیف کی بات نہیں

ہو سکتی کہ اُسکی محبوبہ دوسرے کی بغل میں ہو۔
 ضیا: اس طرح آپ انتقام لے سکتی ہیں میں نہیں لے سکتی۔ مگر اب جان کا
 حکم اتنا ہی بڑے گا۔

سلطانہ: مجھے بڑا تعجب ہے کہ تم تو شاہ الفاسو پر اس قدر فریقہ ہو۔ اور اُن کے
 دل کا یہ حال ہے کہ جیسے اُس پر کچھ اثر ہی نہیں۔ آج ہی تمہارے چلے آنے کے بعد
 میں نے اُن سے کہا تھا کہ تمہارا دل مجھ سے کیوں کر مل سکتا ہے؟ اُس لیے کہ
 معلوم ہوتا ہے تم کو ضیا سے محبت ہے۔ میری زبان سے یہ سنتے ہی گھر سے گئے
 پھر تین کھانے لگے کہ تم یہ بھلا اُسے ترجیح ہو سکتی ہے؟ اس سے اسی وقت
 تک راہ و رسم تھا جب تک تم سے سابقہ نہیں پڑا تھا۔ اب تمہارے حسن کے آگے
 کون ٹھہر سکتا ہے؟ میں اپنے حسن کی تعریف نہیں کر رہی ہوں۔ مگر یقیناً جانتی
 ہوں کہ تمہاری طرف سے اُن کے دل کا کیا حال ہے۔

ضیا: ان کے دل کا جو کچھ حال تھا۔ مجھے معلوم ہی ہو گیا۔ خیر وہ جیسے ہوں میں
 میں تو زندگی بھر انھیں کو یاد کر کے تڑپا کر دوں گی۔

سلطانہ: ضیا میں تمہارے شوہر کو تم سے چھٹنا نہیں چاہتی۔ اور نہ مجھے اُن
 سے محبت ہے۔ اگر تم یہ نہیں دیکھ سکتیں کہ میں اُن کی بی بی بنوں تو میں بڑی خوشی
 سے اگلا ہونے کو تیار ہوں۔ ادھر دو ایک دن میں اُنھوں نے میرے دل پر
 اپنا جو کچھ اثر ڈالا ہے اُسے بہت آسانی سے مٹا دوں گی۔ لیکن ان مجھے میرے مارن
 کی وصیت ہے جو حق ملا ہو اُسے نہیں چھوڑ سکتی۔ میں اُن کے عوض اُن کے بڑے
 بھائی دان راہق سے شادی کر لوں گی۔ میں نے تو صاف صاف کہہ دیا کہ میں محبت
 کے لیے شادی نہیں کرتی میں تو صقلیہ کی لکڑی بنا چاہتی ہوں۔ میرے لیے سب
 برابر ہیں۔ وہ نہیں ان کا بھائی سہی۔

ضیا تھوڑی دیر پہلے الفاسو کو کوس رہی تھی۔ مگر سلطانہ نے یہ خیال
 غلط کر لیا تو بیتاب ہو گئی۔ اور گھر کے کہا۔ نہیں۔ ایسا نہ کرنا۔ میں نہیں چاہتی
 کہ میری وجہ سے الفاسو کو کوئی نقصان پہنچے۔ یادہ تخت و تاج کی
 آرزو سے محروم رہ جائیں۔ مجھے تکلف ہوئی۔ زندگی بھر کھٹ الفاسو

لمون کی نگہیں طرح ہو گا جھیل لجاؤں گی۔ ان کو تکلیف نہ ہو۔ تم ضرور ان سے شادی کرو۔“

سلطانہ۔ تم خوشی سے اجازت دینی ہو؟“

ضیا۔ ہاں الفانسو کی ہی خوشی ہے تو مجھین خوشی سے اجازت دیتی ہوں۔ یہ تجھے غیائے دل پر جبر کی سی لکھ کے کہہ تو دیا۔ مگر آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے۔“

سلطانہ۔ تم نے تو اجازت دیدی مگر ان پر کیسے بھروسہ کروں؟ چارہ دنوں کے بعد مجھے جھوٹ کے رنگ ہو جائیں تو کیا کروں گی؟“

ضیا۔ اس کی من کتا بدیر تباستہ ہوں؟“

سلطانہ۔ مگر میں اس کی تدبیر جانتی ہوں۔ وہ یہ کہ تم مرکیس سے شادی کر لو۔

جب تک یہ نہ ہو گا مجھے اب ان کی طرف سے اطمینان نہیں ہو سکتا۔ اب تو اسی پر فیصلہ کر تم اگر الفانسو کو سلطنت دلوانا چاہتی ہو تو مرکیس کی دو طرفہ خبردار اگر تمہیں یہ نہیں منظور ہے تو الفانسو کے باور شاہ بنانے کے لیے میں اپنی زندگی نہیں خراب کر سکتی۔“

دیر فرمان اس وقت تک بیٹھا خاموش سُن رہا تھا۔ اب موقع دیکھ کے بولا۔
”ملکہ آس بارے میں آپ تردید نہ کریں۔ میری بیٹی نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ سعادتمند بیٹی ہے۔ اور میرے کہنے سے باہر نہ ہوگی۔ یہ بھی اسے معلوم ہے کہ میں مرکیس کو دل دیکھا ہوں اور ضیا سے مجھے یہ نہیں امید کہ مجھے ذلیل کرے گی۔“

باپ کی زبان سے یہ تجویز جو جبریت حکم کی شان رکھتی تھی سن کے ضیا کا دل بھر آیا۔ زار و قطار رونے لگی۔ اور پھر آنسو پونچھ کے کہا۔ میں نے خود ہی دل میں ٹھان لی ہے کہ ان جان کے کہنے کے مطابق مرکیس سے شادی کر کے الفانسو کو جلاؤں گی اور گو کہ اس میں میرا رنج و الم بہت زیادہ بڑھ جائے گا۔ مگر تھوڑی بہت خراش اُن کے دل میں بھی تو آئے گی میرے انتقام کے لیے یہ بھی بہت ہے۔“

سلطانہ۔ بہن میرا اختیار یہ سواد تنہی اور عقلندی کا فیصلہ نہیں ہے۔ میں بہت خوش ہوئی اور تمہاری اس شرافت کی قائل ہو گئی۔ کیا الفانسو تاج محل کی طرح زیور و قیمتی اپنی خوشی کو قربان کر دیا۔ اب آؤ ہم تمہاری باتیں سنیں۔ میں تمہاری شادی کی

کروں اور تم ساری شادی کرنا۔ دونوں شادیاں قریب قریب ایک ہی طریقہ کی ہوں گی اس لیے کہ محبت کو دونوں میں سے کسی میں داخل نہیں ہو۔ دونوں کسی دوسری غرض اور مصلحت سے ہوں گی۔ اور خدا نے جاہا تو کامیاب رہیں گی۔“
 ضیا: آہ! یہ مجھ سے نہ ہو سکے گا۔ تم ساری شادی میں شریک ہو مگر مجھ سے تمہاری شادی میں نہ شریک ہوا جائے گا۔
 سلطانہ: تمہیں اختیار ہے۔ مگر میں تو تمہاری شادی اپنے ہاتھ سے کروں گی۔ میں ہی تمہیں عروسی کے کپڑے پچھاؤں گی۔ میں ہی تم کو وطن بنا کے گرجے میں لیجاؤں گی۔ میں ہی اس شادی میں تمہاری سہیلی بن کے تمہارے ساتھ رہوں گی۔ میں ہی تم کو دہلائی خلوت میں پہنچاؤں گی۔ اور میں ہی کو شش کر کے تم دونوں کے دلوں کو ملاؤں گی۔“

وزیر فرزان کا خیال تھا کہ ضیادل سے کہیں کے ساتھ شادی کرنا ہرگز پسند نہ کرے گی۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ بچپن کی مزاحیہ کڑوی سے اس پر میرے کہنے اور سمجھانے کا کچھ اثر پڑ جائے۔ اور گفتگو میں مجبور ہو کر قبول کر لے۔ مگر وہ قبول کرنا چند ہی ساعت کے لیے ہو گا۔ اس کے بعد الفانسو سے ملی اور ہاتھ سے لگی۔ اور اس سے ملاقات نہ بھی ہو تو دوسرے وقت خود ہی بدل جائے گی۔ اور انکار کرنے لگی گی۔ اس لیے اگر کسی وقت وہ جھوٹن بھی منظور کرے تو فوراً میری سے شادی کر دیجائے۔ اسی خیال سے اس نے شادی کا کل سامان فراہم کر لیا تھا۔ اور جیسے ہی اسے شادی پر راضی دیکھا بولا۔ ”تو پھر اب تاخیر کی کیا ضرورت ہے؟ یہاں کے اسقف کو میں نے بلا ہی لیا ہے۔ مگر میں عروسی کپڑے پہن کے آگئے ہیں۔ اور میرے کپڑے میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ ضیا کے لیے میں نے عروسی کا جوڑا تیار کر لیا ہے۔ اور نکاح کے لیے ہمارے محل کا گرجا موجود ہے۔ عروسی لباس پچھا کے ضیا کو چلیں اور اسی وقت شادی ہو جائے۔“

ضیا: (بدحواسی کے ساتھ) ”اسی وقت!“
 فرزان: ہاں اسی وقت جب فیصلہ کر لیا کہ ایک کام ہونا چاہیے تو اسی وقت انجام دینا چاہیے۔ عذر کا رخصت حاجت بیخ استخارہ نیست۔“

سلطانہ: آپ کی اس خوش انتظامی سے میں بہت خوش ہوئی۔ تو میری بہن کا عروسی جوڑا منگوائیے۔ حکم ہوتے ہی وزیر فرزان کا درزی ایک نیا ہی تھیں لباس عروسی لے آیا جسے سلطانہ نے بہت پسند کیا۔ اور ضیا کو اپنے ہاتھ سے بٹھایا۔ ضیا روٹی جاتی تھی اور شادی کے کپڑے پہنتی جاتی تھی۔ گرجے میں تیار کی کا حکم پہلے ہی سے دے رکھا گیا تھا۔ سب لوگ شکستہ دل اور حیران نصیب دولہن کو گرجے میں لے گئے اور صبح سے وزیر مکیں دولہا بنا ہوا آگیا۔ دولہا دولہن گرجے میں قربان کے سامنے برابر کھڑے کر دیے گئے۔ اور اسقف نے جھٹ پٹ حسب رسوم و بکاح کر دیا۔ فرزان اور سلطانہ اس شادی سے سید خوش ہوئے۔ سلطانہ نے ضیا کو پھر اسکے کمرے میں بھجوا دیا۔ وہاں دیر تک اس کا دل بہلاتی اور اس سے تسلی و دلہی کی باتیں کرتی رہی۔ پھر جھبک کے اسکے کان میں کہا: اب اس وقت میں جاتی ہوں۔ مگر تم گھر آنا نہیں۔ میں رات کو پھر آؤں گی۔ اور میں ہی تم کو بٹھارے، دولہا سے ملاؤں گی۔ یہ کہہ کے سلطانہ چلی گئی۔ اور اسکے جاتے ہی تنہا بیٹھ کے ضیا نے رونا شروع کیا۔ اور جب خوب ر د چکی تو سراپہ اٹھا کے درگاہ الہی میں عرض کیا: خداوند! مجھ میں تحمل و برداشت کی قوت پیدا کر۔ والد کے اور اُن سب کے کہنے سے میں نے یہ آفت اپنے سر لے لی ہے۔ لیکن مجھ میں اس کے اٹھانے کی طاقت نہیں!۔

بارہوان باب

ہولناک شب عروسی

وزیر فرزان کے حکم سے ضیا کی مصری مشاطہ نے سب عروسی کے لیے اس کا نگہار کرنا شروع کیا۔ وہ ضیا کی زلفوں میں کنگھی کر رہی تھی۔ اور ضیا کی آنکھوں سے آنسوؤں کا دریا بہ رہا تھا۔ روتے روتے اپنی مشاطہ سے کہا: "میرا جانے اتنا مصری ہونہ ہر جانہ تم نے سنا ہو گا کہ اگلے دنوں ہر سال مصر کی ایک کنواری لڑکی بناؤں گا۔ نگہار کے ساتھ دولہنوں کی طرح خوب سچ کے دریا سے نیل پر بھینٹ چڑھا دی جاتی تھی۔"

مہر چاہتے تھے جی ہاں یہ تو مشہور بات ہے۔ جب تک مسلمانوں نے قبضہ کیا ہوا سو وقت تک یہ سرگرمی کا دستور جاری تھا۔ بیان کیا کہ غزوہ بنی مکنہ کے بعد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس کی ممانعت کر دی۔ اور دریائے نیل کے نام ایک خط لکھ کے عمر بن عاص کو بھیجا اور حکم دیا کہ اسے دریائے نیل میں ڈال دین۔ پھر اس کے بعد سے بغیر ایسی بھینٹ چڑھائے آپ سے آپ دریا میں طغیانی ہونے لگی۔
ضمیمہ: مگر بیان اب تک یہ رسم جاری ہے مصر کی کنواری لڑکیوں ہی کی طرح آج حشر و اندوہ کے آئینہ سمندر پر چڑھانے کے لیے میرا نگار ہو رہا ہے۔

مہر چاہتے تھے بنین بی بی۔ ایسا نہ کہو۔ آپ کے دولہا آپ کے لیے آنکھیں بچھائیں گے۔ اور آپ کے ابا جان ہمیشہ آپ کا ہر شوق پورا کیا کریں گے۔
ضمیمہ: یہ سیری تباہی تو پوری ہو رہی ہے۔ اب شام ہونے کو تھی آفتاب قصر کے مغرب پہلے پر تھا کہ سلطانہ آگئی جسرت نصیب ضیا کو گلے لگایا اس کی اشکبار آنکھوں کے پوسے لیے پھر اس کے حکم سے حسین و خوب رو لونڈیوں نے دن بجا بجائے انچاگانا اور نغمہ ادا کیا۔ سنا نا شروع کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد سلطانہ اسے خاص کمرے میں لے گئی جس میں اس نے مصری کاریگروں سے نقش و نگار اور راستہ بنایا تھا۔ چونکہ یہ کمرہ سب سے زیادہ آراستہ تھا۔ سلطانہ نے اُسی کو جگہ عروس قرار دیا۔ اور پھر مکیں کو لاکے اس سے ملا یا۔ ویر تک مذاق اور لطف کی باتیں کرتی رہی اور اپنے نزدیک خوب اطمینان کرنے کے بعد ضیا سے رخصت ہو کے چلی گئی مکیں کو ضیا نے آج ہی پہلے پہل قریب سے دیکھا تھا۔ پہلے جب کبھی سنا ہوا دور ہی سے ہوا۔ مکیں کبھی قریب نہیں آیا تھا۔ آج شادی کے وقت البتہ دونوں گرجے میں برابر کھڑے کیے گئے تھے۔ مگر لوگوں کے ہجوم اپنی برہم مزاجی و حسرت نصیبی اور دلی نفرت و دشت کی وجہ سے ضیا نے اُسکی طرف آنکھ اٹھا کے بھی نہ دیکھا تھا۔

سلطانہ کے جاتے ہی مکیں نے بیباک شوق اور حد سے گزرے ہوئے جوش کے ساتھ آکے ضیا کے پہلو میں بیٹھنا چاہا۔ ادھر مکیں نے مہر کی پر قدم رکھا اور ادھر ضیا اٹھ کے بستر خواب سے دور ایک چھوٹی سی چوکی پر جا کے بیٹھ گئی اور منہ چھپا لیا۔ مکیں نے وہاں جا کے زبردستی منہ کھلایا تو ایک شگفتہ مزاج اور بالوں

سے بھری ہوئی دو لہن کے عوض ایک غنا کی دسرا پائاس نازنین کو حسرت و اندوہ سے آنسو بہاتے دکھا۔ یہ حالت دیکھ کے اُسے تعجب ہوا۔ مگر خیال گزر رہا کہ لڑکانہ عموماً اپنے والدین اور میٹکے کے چھوٹنے پر رو یا کرتی ہیں۔ اس لیے بڑھا کہ اسکی تسلی و دلہی کرے۔ اور دم دلا سے سے پھر بچھوٹنے پر لائے۔ مگر ضیاء نے روکا اور قسم دلائی کہ "ادھر جی رہو۔ اور میرے قریب نہ آؤ" مگر کیس نے اس حزن و ملال کا سبب پوچھا تو جواب ملا کہ میرا جی نہیں اچھا ہے۔ دریافت کیا کہ آخر کیا شکایت اور کیسی تکلیف ہے؟ "بولی، کچھ مجھ میں درد ہے۔ اور آنکھوں میں کھٹک ہے" لیکن یہ کہتے ہی اور زبیر زیادہ بھوٹ بھوٹ کے رونے لگی اور جوش گریہ اس قدر بڑھا کہ جواب دینے کی تاب نہ تھی۔ کچھ دیر تک مگر کیس نے نظر دیکھ کے پریشان رہا۔ پھر کہا "آخر کب تک دلی رہو گی؟ اور جی نہیں اچھا ہے تو یہاں پلنگ پر آ کے لیٹو" "بولی، میں یہیں اچھی ہوں اور پھر تین دن لانے لگی کہ مجھے یہیں پڑا رہنے دو" کہا "اچھا ملے ہو نا، اگر وہ تو تھاری پیش خدمتون کو بلا دوں؟" ایک آہ کے ساتھ جواب دیا یہ نہیں۔ مجھے نہ خادمہ کی ضرورت ہے نہ پیش خدمت کی بس تم اتنی عنایت کرو کہ مجھے میرے حال میں پڑا رہنے دو۔ مجھ سے بولو چالو نہیں" اتنا کہا اور پھر رونا شروع کر دیا۔

آخر مگر کیس اپنی تمام کوششوں میں تھک کے ادب مجبور دیا یوس ہو کے پلنگ پر اکیلا لیٹ رہا۔ اور دل میں سوچنے لگا کہ ضیاء کی اس پریشانی اور اس کے حد سے گزرے ہوئے رنج و اندوہ کا سبب کیا ہے؟ خیال گزر رہا کہ معلوم ہوتا ہے کسی اور نوجوان سے اس کا دل اٹکا ہوا ہے۔ اور میری صحبت کو نہیں پسند کرتی۔ جو جو وہ غور کرتا تھا یہی خیال غالب آ جاتا تھا۔ آخر اسے بہت ہی صدمہ ہوا کہ مجھے بد نصیبی سے جو رو بھی ملی تو ایسی جو کسی اور پر فریقہ اور مجھ سے متفرق ہو! دیکھیے اس کا انجام کیا ہوا ہے؟ افسوس شادی کر کے میری جان اور غدا میں پڑ گئی؟ اب اس نے اس پر غور کرنا شروع کیا کہ وہ کون ہے جس پر اس کا دل آیا ہوا ہے؟ وہ کس حیثیت کا آدمی ہے؟ کوئی ادنیٰ درجے کا شخص ہے؟ میرا ہم رتبہ اور میرے برابر والا ہے؟ یا کوئی مجھ سے بھی بڑا معزز شخص ہے؟ لیکن اس بارے میں اسکی ذہنی جستجو بے نتیجہ رہی۔ اور پھر اس کے دل میں کہا "کوئی ہو میری تو زندگی

خراب ہوئی

اب پچھلا پھر تھا ضیا اپنے اسی کونے میں بیٹھی آنسو بہا رہی تھی۔ اور
مرکیں بنگ پر بڑا دریائے افکار میں غرق اور نہایت ہی بدمزگی و بے لطفی سے گردن
بدل رہا تھا۔ نیند دونوں پر حسرت آم تھی۔ یکایک مرکیں کو کچھ آہٹ اور کسی کے
پاؤں کی چاپ معلوم ہوئی۔ دل میں کہا بیان کون آیا؟ میں تو کمرے کا دروازہ بند
کر کے لیٹا تھا! فوراً آنکھیں کھول دین اٹھ بیٹھا۔ اور حیرت سے دیکھا کہ شمع خاموش
ہو۔ اور اندھیرا چھایا ہوا ہے اس پر اور حیرت ہوئی۔ اور دل میں سوچنے لگا کہ یہ
چراغ کیسے گل ہو گیا؟ اتنے میں کان میں آواز آئی کہ جیسے کوئی دیوانہ سے
آہستہ آہستہ بکار رہا ہے۔ "ضیا! ضیا!" اب اس میں ضبط و تحمل کی تاب نہ تھی۔ بڑھ
کے تلوار اٹھائی۔ اور اُسے پھینچ کے جدھر سے آواز آئی تھی اس طرف چلا کہ اس
بدعاش شخص کو جو میری موجودگی میں میری بی بی سے ملنے کو آیا ہے اس کی برائی
کی نذر دوں۔ یکایک تلوار کسی اور کی تلوار سے لڑی۔ طیش میں آکے جھپٹا۔ مگر کسی کے
زور سے بھاگنے کی آواز سنائی دی جو یکایک غائب ہو گیا۔ اور مرکیں بے
سکان بڑھنے کے باعث سامنے کی دیوار سے ٹکرا کے زخمی ہو گیا۔

اب مرکیں کے غیظ و غضب کی کوئی انتہا نہ تھی۔ سارا کمرہ ڈھونڈ ڈالا۔
مگر کہیں کسی کا پتہ نہ تھا۔ ایک کے دروازے کے پاس گیا۔ اسے بالکل بند دیکھ کے اور
دھشت ہوئی۔ فوراً کندھی کھول کے باہر نکلا اور غل مچانے لگا۔ چاروں طرف سے
لوگ شمعیں اور شعلیں لے کے دوڑے۔ اور مرکیں نے ایک شمع دان ہاتھ میں لے کے
سارا کمرہ ڈھونڈ ڈالا۔ مگر کہیں کسی کا پتہ نہ تھا۔ اب اس کی عقل چکر میں تھی کہ یہ
کون تھا؟ کدھر سے آیا؟ اور کہاں غائب ہو گیا؟ دل میں آئی کہ خود ضیا سو پوچھو
شاید اس سے پتہ چلے۔ مگر سوچا کہ اس معاملہ میں اس کی سازش ضرور ہے۔ جانتی
بھی ہوگی تو نہ بتائے گی۔

آخر نہایت پریشانی کے ساتھ کمرے سے نکل کے وزیر قزمان کے پاس دوڑ
گیا۔ قصر میں غل سن کے وزیر بھی جاگ اٹھا تھا۔ اور لوگوں نے دوڑ کے مرکیں
کے اس کی طرف روانہ ہونے کی خبر بھی پوچھا دی اپنے کمرے سے باہر آکے

اس سے ملا۔ اور مرکیس نے سارا ماجرا کہہ سنایا۔ یہ سن کے زنان بھی سخت بھرپور ہو کر گریں
 میں کہا یہ شاہ افغانسو کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا۔ اور اس میں ضیا کی بھی کچھ نہ سمجھ سکی
 منورہ جی۔ ورنہ کرب کے اندر اس کا پہنچ جانا غیر ممکن تھا۔ لیکن مرکیس یہ یہی کہہ کر زمین
 ظاہر کیا اور کہا۔ آپ کو دہم ہی دہم ہو رہی ہے۔ کرب کے اندر کون پہنچ سکتا تھا؟ ہا
 ضیا کا یہ بڑا دودہ فقط مگر چھوٹے اور کھنکھن کی صحبت سے وحشت کھانے کی باعث ہے
 پہلی رات کو سب ہی لڑکیاں وحشت کھائی کرتی ہیں۔ دو ایک دن میں یہ بات جانی ہو گی
 مرکیس کو اس جواب سے اطمینان تو کیا ہو سکتا تھا؟ مگر لاجواب ہو کے ضیا کو پاس
 واپس آیا اور صبح تک تلوار ہاتھ میں لیے بیٹھا رہا۔ مگر اب اس نے ضیا کی طعن جو دیکھا
 تو اس میں ایک نمایاں تغیر نظر آیا۔ پہلے وہ لمول و غمگین تھی۔ اور اب بہیم و براؤ رفتہ
 یا تو رات بھر آنکھوں سے آنسوؤں کا دریا جاری رہا تھا۔ یا اب اُن سے جوش و غضب
 کے شعلہ نکل رہے تھے۔

ضیا نے جیسے ہی سڑگ کے راستہ میں سے کچھ آہٹ بائی سمجھ گئی کہ شاہ افغانسو
 آ رہے ہیں۔ چپکے سے اُٹھ کے چراغ لگی کر دیا۔ اس کے بعد چور دروازہ میں سے نکل
 کے بادشاہ نے اندھیرا گھپ دیکھا تو آہستہ آہستہ پکارا۔ ضیا! ضیا! جواب کا فقط
 تھا کہ مرکیس کی تلوار سے تلوار لڑ گئی اور بدنامی کے خوب سے فوراً دروازہ بند کر کے
 بھاگ گیا۔

اس واقعہ سے مرکیس تو چور کو ادھر ادھر ڈھونڈتا پھرتا تھا۔ مگر وہ دل
 کہہ ہی تھی واہ! کیا زمانہ کارنگ ہو؟ اور کیسی آج کل کی محبت ہو؟ افغانسو تو سلطانہ
 پر عشق ظاہر کرتا اور اس سے شادی کرنے کا آرومنہ ہو کر ساتھ ہی مجھ سے بھی
 لہر کا چلا جاتا ہو۔ اور یہاں اس لیے آیا تھا کہ ہنلا پھلا کے اور کرد و فریب سے کام لے کے
 میری آہ بے ادب نے اس وقت تنہائی اور اندھیرے میں پچھلی شب کو یوں چور و لٹ
 کی طرح میرے پاس آنے کی وجہ جو شخص میری محبت سے دیرت بردار ہو چکا ہے مجھ
 سے واسطہ ہی کیا رہا؟ کچھ نہیں وہ دھوکے ہی دھوکے میں میری اور دلینا جاسٹا ہے۔ ان
 خیالات نے اس کے دل میں ایک آگ سی لگا دی۔ رہ رہ کے طعنت لہا لہا تھا اور
 اہو کا گھونٹ پی کے رہ جاتی تھی۔ اور افغانسو کی جانب سے نہایت ہی بدگمانی

تھی۔ مگر اس نے ان سب خیالات کو دل میں رکھا۔ شوہر یا باپ کسی کے سامنے کوئی
لفظ زبان سے نہیں نکالا بیان تک کہ صبح ہو گئی۔ اور ساری رات کا جاگا کر
اپنے گھر میں جا کے سو رہا۔

تیرھواں باب

بادشاہ اور وزیر کی رقابت

شاہ الفانسو کی یہ حالت تھی کہ جب سے ضیا سے سلطنت کو ساتھ ملاز و نیاز
کی باتیں کرتے سن گئی تھی نہایت ہی بیباک و بیقرار تھا۔ دل سے یہ چور کسی طرح نکلتا ہی
نہ تھا کہ ضیا مجھ سے بدگمان ہو گئی ہو۔ اور بار بار دل میں کہتا جب تک خلوت میں
مل کے سارا حال نہ بیان کر دوں گا۔ اُسے چین نہ پڑے گا۔ لیکن امر اسے بکرمو کے
مبارکباد کے لیے آنے اور نئے نئے ملتوی شدہ پیچیدہ مہات سلطنت کے پیش ہونے
کا سلسلہ موقوف ہونے ہی کو نہ آتا تھا۔ راہ دیکھ رہا تھا کہ گھڑی بھر کو بھی چھٹی ملے
تو ضیا سے جا کے مل آؤں۔ مگر آدھی رات ہو گئی اور اسے دم لینے کی چھٹی نہ تھی۔
آدھی رات کے بعد لوگوں کے آنے کا سلسلہ موقوف ہوا تو جو لوگ موجود تھے ان میں
جلدی جلدی رخصت کر کے وہ وزیر کے قصر میں گیا اور اپنے خادم کو یہ سمجھا کہ
کہ کسی کو میرے آنے کی خبر نہ ہونے پائے۔ سڑگ کے راستہ سے ضیا کے پاس پہنچا
وہاں اندھیرا دیکھ کے اُسے پکارا۔ اور کسی غم کی تلوار سے تلوار لڑی تو متحیر ہو کے
واپس چلا آیا کہ اس وقت ضیا کی طاقت کو مال ہی جانا چاہیے۔

مگر دل میں نہایت ہی حیران تھا کہ ضیا کے کمرے میں آخر شب کے وقت
یہ شخص کون تھا جو تلوار کینچ کے میرے مقابلہ کو آیا؟ اسے شادی کی خبر نہ تھی۔
بیان اتنی دیر میں جو کچھ ہو گیا اسے وہم و گمان میں نہ تھا۔ اور جب یہ عمر کسی
طرح حل نہ ہو سکا تو دل میں کہا۔ اب اس کا حال کل معلوم ہو جائے گا کل دن
کو جس طرح بنے گا میں ضیا سے ملوں گا۔ اور اس سے سب حال دریافت
کر لوں گا۔

شاہی محل میں آکے رات کے دو تین گھنٹے کاٹے جو وقت ملا اس میں سو اور صبح تڑکے شکار کا حکم دیا۔ شکار کے لئے آراؤ رکھتے موجود ہو گئے۔ اور شاہانہ جلوس کے ساتھ کوہ پلگرنو کی راہ لی جس کے ایک طرف وزیر کا قصر تھا۔ دیر تک شکار میں مصروف رہنے کے بعد سب ہراہیوں کو شکار گاہ میں جھوٹا اور ایک ہرن کے تعاقب کے بہانے گھوڑا بھگاتا ہوا قصر فرزانہ کے پشت پر بھلا جہاں ایک نہایت ہی وسیع و پرفضا باغ تھا۔ جایا فرح بخش گنج تھے۔ اور کھٹی جھاڑیوں نے عجیب عجیب روح افزاد دلکش خلوت گاہیں بنا رکھی تھیں۔

ناگمان دور پر ایک جھاڑی کے سایہ میں دو عورتیں نظر آئیں جو ایک لکڑی کی بیچ پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ ان کی طرف چلا کہ ضیا کا کچھ حال دریافت کرے۔ مگر قریب پہنچ کے حیرت سے دیکھا کہ وہ عورتیں خود ضیا اور اس کی دایہ باریہ ہیں۔ باریہ کی گردن میں ضیا کا سر ہے۔ اُس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ اور باریہ اُسے سمجھاتی اور باریہ کر کے اتلی دے رہی ہے۔ فوراً گھوڑے سے اتر کے اسے ایک درخت میں باندھ دیا۔ اور قریب جا کے نہایت ہی گرجو ششی سے صاحب سلامت کی۔ اور پھر اس کے کہ جواب کا انتظار کرے کہنے لگا۔ صاحب روٹا دھونا موقوف نہ کرو۔ اور آنسو پونچھ ڈالو۔ بیکار ہی تم نے اپنی جان پر آفت لے رکھی ہے۔ ذرا یہ بھی سوچا کرو کہ دنیا ہے۔ اس میں دکھانے کی باتیں اور ہوتی ہیں اور کرنے کی اور ہیں نے تمہارے ابا جان کے مجبور کرنے سے اور سلطنت کی مصلحتوں پر نظر کر کے سلطان سے چاہے کچھ ہی کہا ہو مگر دل سے اور حقیقت میں تمہارا شہر ہوں۔ دنیا میں بھلا کوئی بھی ایسی قوت ہے کہ مجھ کو تم سے یا تم کو مجھ سے چھین سکے؟ یاد رکھو کہ میں تمہارا ہی رہوں گا۔ اور تمہیں سے شادی کروں گا۔ سلطنت چاہے جاے چاہے رہے۔“

گر اب الفانسو کی صورت و کلمہ کے ضیا پر ایسی رقت طاری تھی اور آنکھوں سے ایسا غلبہ جاری تھا کہ نہ اُس میں بات کرنے کی قوت تھی۔ نہ کچھ سننے کی۔ اور نہ کچھ دیکھنے کی۔ آخر تھوڑی دیر جواب کا انتظار کر کے الفانسو نے بھر کہنا شروع کیا۔
 ”ضیا بیاری ضیا۔ اس بیکار کے رونے سے فائدہ ہو جو شخص تمہارے لیے تاج و تخت سے دست بردار ہونے کو موجود ہے اُسے جھوٹا نہ جانو۔ اس کی بات کا

اعتبار کرو۔ اور خیال کرو کہ تمہیں طول و عکین دیکھ کے اس کے دل کیا حالت ہوگی؟

اب ضیاء نے دل قابو میں لا کے اور جوش زاری کو سینے میں دبا کے کہا "بادشاہ! اب نہ آپ وہ آپ رہو اور نہ میں وہ میں رہی۔ سرے آپ کے در بیان میں ایک ایسا عظیم الشان ہار پیدا ہو گیا جس پر چڑھ کے نہ میں آپ تک پہنچ سکتی ہوں۔ اور نہ آپ مجھ تک آ سکتے ہیں۔"

افغانو! خدا کے لیے ایسی بات نہ کہو کہ میرا کلیجہ پھٹ جائے جو ہار میرے تمہارے درمیان میں آئے گا اس کو جاری محبت اور ہارِ اخلاص ریزہ ریزہ کر کے فنا کر دین گے۔ خدا کی قسم میں زمین کو زیر و زبر کر دوں گا۔ اور خون کے دریا بہا دوں گا۔ اور موت کا سینہ برسا دوں گا۔ مگر یہ نہ ہو گا کہ تمہارے دل سے مجھ کو دم رہو! "

ضیاء! بس بس جانیے اور اپنا کام کیجیے۔ اب اس بارے میں نہ آپ کی سلطنت کام آئے گی۔ اور نہ قوت و عظمت۔ یہ مطلب بچلے گا۔ اس لیے کہ اب میں وزیر مرکیں گی جو رد ہوں۔"

یہ فقرہ نہ تھا بجلی کا گزرا تھا۔ سنتے ہی افغانو بیوت کے آثار نمایاں ہوئے چہرہ زرد پڑ گیا۔ تن بدن میں ہر تھری پڑ گئی۔ کانپ کے بے اختیار پیچھے ہٹا۔ مگر پاؤں لٹکھڑائے۔ اور ایک درخت پر سہارا دیا کہ آپ کو بٹھالے۔ مگر سراسر شدت سے تورا مارا کہ بٹھل سکا درخت کی رگڑ کھاتا ہوا زمین پر گر پڑا۔ اور بیہوش تھا لیکن اس غفلت اور بیہوشی میں بھی وہ فرشتوں کا یہ عالم تھا کہ آنکھوں سے دلدارہ باز آفرین کے چاند سے چہرے ہی پر مشکلی بندھی ہوئی تھی۔

کچھ دیر تک ہی عالم رہا کہ افغانو زمین پر پڑا ہوا تھا۔ اور ضیاء تھوڑے فاصلے پر کھڑی اشک حسرت بہا رہی تھی۔ ایک گھڑی بھر میں افغانو کے حواس کسی قدر درست ہوئے۔ اور اس نے بھرا ہوا آہ جگر دوزخ کے کہا "ضیاء! تجھ سے یہ کہہ کر ہو سکا۔ ہائے تو نے تو مجھے مار ڈالا! اور مجھی کو نہیں خود آپ کو بھی ہلاک کیا۔ اب میری اور تیری زندگی کیسے کی گئی؟ اور ہم کیا کریں گے؟"

ضیاء: یہ نئی بات ہوا ملے مجھے الزام دیتے ہو۔ اور اپنی باتوں کو نہیں دیکھتے؟
 میری قسم تم نے سلطانہ کو شادی کا اقرار کیا اس کے ساتھ جس جوش سے عشق و محبت
 کو ظاہر کیا اسے اپنے کاندوں سے سن چکی ہوں اور پھر آپ چار آنکھیں کر کے
 مجھے الزام دیتے ہیں؟

افانسو: مگر تم نے مجھ سے ذکر تو کر دیا ہوتا۔ ظاہر کی باتوں پر مجھے جیسا
 اور جتنا الزام چاہے دے لو مگر دل سے میں تمہارا ہی دلدادہ ہوں۔ سلطانہ پر
 جو کچھ کہا وہ ایک پالسی اور حکمت عملی تھی۔ ورنہ میں بھلا تمہارے رخِ زیبا کے
 سوا اور کسی کا عاشق ہو سکتا ہوں؟

ضیاء: بس اب باتیں نہ بناؤ۔ تم نے کہا سلطنت مقدم ہوا ورتاج و تخت ہیں تو
 سب کچھ ہر حکومت کی ہوس نے تمہیں بوجہ بنا دیا۔ اور تمہیں یہ اچھا نہ معلوم ہوا کہ
 وزیرِ شہی بیٹی تمہارے برابر لکھن کے تخت نشین ہو۔ یہ باتیں تمہارے دل میں
 نہ تھیں تو تم نے مجھے غلگین حزمین اور ایوس و پریشان حال دیکھ کر پہلے ہی
 کیوں نہ خبر کر دی؟ میں تمہارا اس قدر دم بھرتی تھی اور اس طرح تمہاری نام پر
 رتی تھی کہ دنیا اور ہر کی ادھر ہو جاتی مگر میں کسی اور سے نکاح نہ کرتی مگر میری
 بد نصیبی نے تمہیں بوجہ بنا دیا۔ اور اپنے دل کو اس جرم پر کہ کیوں تمہارا ریشہ
 بنا نہ دے گی بھر پور سزا دیتی رہوں گی کہ اس شخص کی غلامی کرے جس سے اسے
 کوئی لگاؤ کوئی انس کسی قسم کی الفت اور ذرا بھی محبت نہ ہو۔ خیر جو ہونا
 تھا ہوا۔ اب اس لیے جھکنے اور قسمت کا ڈکھلار دینے سے کیا حاصل؟ میں جانتی
 ہوں اپنے کمرے میں بیٹھ کے اپنی قسمت پر رُون کی۔ اور نہایت بھٹون گی کہ تمہاری
 صحبت کے عذاب اور اسکی تکلیف سے چھوٹوں۔ اب تمہاری صحبت میری عزت و
 عصمت اور شرافت و عفت میں داغ لگا دے گی۔ یہ تو تم خود بھی سمجھ سکتے ہو کہ
 جب میں وزیرِ مرکیس کی بی بی ہو چکی تو پھر اب تم سے مل کے ایسی باتیں کرنا
 کس قدر نامناسب ہو۔ اور انہی سوائے تکلیف بڑھانے کے حاصل ہی کیا
 ہوگا؟ یہ کہا اور بغیر جواب کا انتظار کیے قصر کی طرف چلی اور دو دروازے
 گئی۔

الفانسو۔ (چلا کے) "اللہ عظمو۔ ایک دم بھادر عظم جاؤ اس تختہ حال بادشاہ پر ترس کھاؤ جو تمہارے وصال کے شوق میں سلطنت پر لات مارنے کو تیار بیٹھا ہے" ضیائے لٹ کے دیکھا اور وہن سے جواب دیا "اب ان باتوں کا وقت نہیں رہا۔ تیر چٹکی سے جھوٹ چکا۔ سانپا نکلی گیا۔ لکیر پٹا کر دے۔ اب ملک کو تم بگاڑو۔ بناؤ۔ یا غارت کر دے۔ رعایا کے ساتھ انصاف کرو۔ یا ظلم تمہاری سلطنت بگڑے۔ رہے اور رہے۔ یا نہ رہے۔ مجھے واسطہ نہیں۔ اب تم جس عورت کے ساتھ چاہو شادی کر دو مجھے ملائش ہو گا کہ سقیہ کی مکہ میں کیون نہ ہوئی۔ اب اگر دل میں تمہاری محبت جوش مارے گی تو اسے دبا دوں گی۔ خوب ضبط کروں گی کہ وزیر مرکس کی جور و الفانسو کی محبوبہ نہیں ہے۔ میں اس طریقہ سے اپنا سمجھ اور ناعاقبت اندیش دل کو تو مزادوں ہی کی تم سے بھی تھوڑا انتقام مل جائے گا۔ اس لیے کہ جسے کبھی تم اپنی محبوبہ کہتے تھے اسکو دوسرے کے پہلو میں دیکھ کے تھیں کچھ تو تکلیف ہو گی؟" یہ کہا اور ایک کوند نے والی بجلی کی طرح چمک کے قصر میں ہو رہی۔ اور الفانسو ایک تیر خورہ ہرن کی طرح بیقرار و مضطرب الحال کھڑا رہ گیا جو یہ بھی نہ جانتا تھا کہ کیا کروں اور کہاں جاؤں۔ اگر ایہ ہوئی تو اس سے کچھ کہتا سنتا۔ گردہ بھی اپنی بی بی کے ساتھ غائب ہو گئی اور الفانسو حیران ہے کہ کیا کرے۔

تھوڑی دیر تک اسی جگہ خاموش کھڑا سوچتا رہا۔ یکایک اپنے بادشاہ اور فرمان روا سے ملک ہونے کا خیال آیا۔ دل میں کہا "اس ناامیدی کو تو میں نہیں برداشت کر سکتا۔ اب مجھے نہ سلطنت کی پر واہر اور نہ کسی مصلحت و انجام کی۔ اسی وقت قصر شاہی میں پہونچ کے وزیر مرکس اور وزیر فرمان و دونوں کو گرفتار کر کے قتل کرواؤں گا۔ سارا فساد انھیں دونوں کا ہے۔ اور انھیں کی دھم سے مجھ پر یہ آفت آ پڑی ہے" یہ خال آتے ہی طیش کھا کے شکار گاہ کی راہ لی جان ہمراہی انتظار کر رہے تھے۔ فوراً واپسی کا حکم دیا۔ اور پرمو کی طرف چلا۔ مگر راستہ بھر اسی ادھیڑ میں رہا۔ قصر میں پہونچ کے کو تو آل شہر خراجیس کو بلوایا لیکن حکم جاری کرتے وقت دل میں آنی کہ وزیر فرمان نے

مجھے بالآخر اپنی زبان سے اُسے باب کہہ چکا ہوں۔ اور سب پر بالا یہ ہے کہ اسکے خلاف کوئی کارروائی کی گئی تو ضیا کو سید لال ہو گا۔ اس کے ساتھ بدسلوکی کرنا نہیں اچھا ہے۔ آخر سوچتے سوچتے فرزان کی گرفتاری کو ملوئی کر دیا۔ اور کو تو ال کو حکم دیا اسی وقت جانے وزیر مرکیس کو گرفتار کرو۔ اور پانچ بج کر کے سخت حفاظت کے ساتھ اپنی حراست میں رکھو۔ خبردار اس کے ساتھ کسی قسم کی رعایت اور نرمی نہ ہونے پائے ورنہ تم کو سخت سزا دی جائے گی۔ معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ مرکیس دان را درق کا طرفدار ہے۔ اور میرے خلاف سازشیں کر رہا ہے۔ ایسا شخص باغی اور سلطنت کا ایسا مجرم ہے جو سخت ترین سزا کا مستوجب ہو۔“

شاہی حکم کی تعمیل میں جس کو عذر ہو سکتا تھا، مرکیس اگرچہ شاہی خاندان سے تھا، بہت بڑا معزز و محترم وزیر تھا۔ اور رعایا اور فوج اس کے اثر میں تھی۔ کو تو ال یہ لحاظ عہدے کے اس کا غلام اور محکوم تھا۔ مگر اس پر جرم ایسا عام نہ کیا گیا تھا کہ کسی کو چون کرنے کی مجال نہ تھی۔ لہذا خصوصاً اس نے کہ اب ساری رعایا اور تمام سرداران فوج الفانسو کو بہت ہی پسند کرتے تھے۔ اور سب سے زیادہ طرفدار اسی کے تھے۔ کو تو ال ”جو حکم ہو“ کہہ کے گیا۔ اور چونکہ معلوم تھا کہ مرکیس وزیر فرزان کے قصر میں ہر اسی وقت ایک زیر دست گارڈ نے کے قصر میں ہو چکا۔ اور خاص ضیا کے پہلو سے مرکیس کو ٹری بے عزتی کے ساتھ کھینچ کے باہر نکالا۔ اور باغیوں کی طرح پانچ بج کر کے قید خانے میں ہو چکا۔

چودھوان باب

مجرمانہ خبر خواہی

مرکیس کی گرفتاری سے سارے شہر میں ہلکے پڑ گیا۔ اور وزیر فرزان کے گھر میں تو کرام ہی پایا تھا۔ اب فرزان دل میں سوچا کہ میں نے یہ برا کیا کہ اتنی عجلت کے ساتھ ضیا کی شادی کر دی۔ میرا خیال تھا کہ الفانسو بچپن کی طرح

اب بھی مجھ سے دے گا۔ اور جو جاہلون کا طوعا و کرہا سے منظور کر لے گا لیکن اب وہ میری گرفت سے باہر ہوا جاتا ہے۔ دیکھئے اس شادی کا انجام کیا ہوا ہے؟ اگرچہ کچھ ہو اب اس وقت تو مجھے سوا اس کا کہ خود الفالنو کی خدمت میں حاضر ہو گئے خوشامد در آمد اور عجز و الحاح سے مرکیس کی سفارش کروں کوئی مغربین نظر آتا اگر اس میں ذرا بھی اخیر ہوئی تو مرکیس قید کی ذلتوں کی تاب نہ لاسکے گا۔ دیوانہ ہو جائے گا۔ اور اسے شکایت ہوگی کہ ایسے نازک موقع پر میں نے خبر نہ لی۔

فرما سوار ہو کے قصر شاہی میں آیا۔ بیان آگے جاہلون اور چوہداروں سے شاکہ حضور جان پناہ کا مزاج نہایت برہم ہوا اور کسی کو بھی باریابی کی اجازت نہیں۔ حکم ہر کہ خبردار کوئی شخص چاہے کتنا ہی بڑے مرتبہ اور عزت کا ہو میرے سامنے نہ آنے پائے۔ اس لیے ہم مجبور ہیں۔ آپ کو سامنے جانے دینا خود اپنی جان سے اتھو دھونا ہے۔

فرمان: اور کوئی باریاب ہے؟
چوہدار: کوئی نہیں۔ اب اس سے بڑھ کے کیا ہو گا کہ ابھی تھوڑی دیر ہوئی شاہزادی سلطانہ آئی تھیں اور خلوت میں جانا چاہتی تھیں۔ میں نے جا کے اطلاع کی تو ایسے غیظ و غضب سے مجھے اس وقت ان سے ملنے کی چھٹی نہیں۔ فرمایا کہ میں کانپتا ہوا اٹے پاؤں بھاگا۔ اس لیے عرض کرتا ہوں کہ اس وقت حضور کا ملنا مصلحت نہیں ہے۔

فرمان نے کہا ایسی حالت میں میں خود ہی سامنے نہ جاؤں گا۔ ممکن ہے کہ برہمی میں ان کی زبان سے کوئی ایسا کلمہ نکل جائے جو مجھے ناگوار ہو۔ مگر جبکہ جان پناہ کا مزاج درست ہو مجھے ہین ٹھہرنا چاہیے۔ شاید یاد فرمائیں یہ کہہ کے قصر شاہی کے برآمدے میں وہ ادھر ادھر ٹہلنے لگا۔ اب اسے آئے کئی گھنٹہ ہو گئے۔ اور شام کا وقت قریب آ گیا۔ جاہلون اور چوہداروں کو بھی اطمینان تھا کہ اب نہ بادشاہ کسی کو بلائیں گے۔ اور نہ کسی کو سامنے جانے کی جرات ہوگی۔ اس لیے وہ دروازہ چھوڑ کے ادھر ادھر ٹہلنے لگے۔ اور انچر ملا قاتلوں سرخسین اڑانے میں مصروف ہو گئے بغرض کسی کو بیان کا

خیال نہ رہا۔ اور فرمان جو ایسے ہی موقع کا منظر تھا۔ سب کی آنکھ بچا کے اندر چلا گیا۔ اور بڑے ادب سے جھک کے ادب بجالایا۔

افسانو ایک یلنگ برلیٹا ہوا بیچ و تاب کھاتا تھا۔ وزیر کی صورت دیکھتے ہی اس پر اپنی شعلہ بار آنکھوں سے آگ برساکے پوچھا، "کیا ہے؟"

فرمان - (کانپتے ہوئے زمین بوس ہو کے) "خدا جان پناہ کو ہمیشہ زندہ و سلامت رکھو غلام کو یہ امید نہ تھی کہ حضور کے عہد میں غلام کی عزت و آبرو پر کوئی حزن آئیگا۔ غلام کا داماد وزیر مریس غلام ہی کے گھر سے بڑی بے عزتی دے کر مٹی کے ساتھ

گرتا رہ گیا۔ اور یہ نہیں معلوم کہ تصور کیا ہے؟"

اس درخواست پر افسانو نے وزیر کے چہرے پر ایک معنی خیز نظر ڈالی۔ اور کہا، "اس کا یہ تصور جو کہ میرے خلاف سازش کر رہا ہے۔ باغیوں سے ملا ہوا ہے۔ میرا بھائی دان را درق جو تاج و تخت سے محروم کیا گیا۔ اس کا دوست تھا اور میرا دشمن۔ میرے پاس اس کا کافی ثبوت موجود ہے۔"

مریس کا یہ جرم سن کے فرمان نے سر جھکا لیا۔ اور دل میں کہا، "بھلا یہ ممکن ہے؟ میرا داماد اور سازش امرکیں اور بادشاہ کا دلی دشمن؟" پھر دوبارہ زمین چوم کے عرض کیا، "قبلہ عالم یہ غیر ممکن ہے میرے خاندان میرے عزیز وں۔ اور میرے دوستوں میں کسی سے بھی کبھی آج تک کوئی نمک حرامی ہوئی تھی۔ جواب ہوگی ہم لوگوں کی نسبت کسی کو ایسا وہم و گمان بھی نہیں ہو سکتا۔ مرکیں کی برکات کے لیے ہی کافی ہے کہ وہ میرا داماد ہے۔ مگر جان بخشی ہو تو ایک بات عرض کروں؟"

افسانو "جو کچھ کہنا ہو بے خوف کہو۔"

فرمان "مجھے یہاں معلوم ہوتا ہے کہ کسی اور پوشیدہ واقعہ اور ایسی غرض سے جو اب تک سنا نہیں ہے جہاں پناہ نے اسے گرفتار کیا ہے۔"

راز کا لفظ سنتے ہی افسانو اس طرح طیش میں آ کے اٹھ بیٹھا کہ فرمان سہم گیا۔ اور بات چوڑے سر آگے جھکا دیا۔

افسانو اب تم نے راز کا نام لیا ہے تو سنو تم نے میرے ساتھ ایسا سنگدلی کا سلوک کیا کہ کوئی کسی ذلیل سے ذلیل شخص کے ساتھ بھی نہ کرے گا۔ سری زندگی بدمزہ

ہو گئی۔ اور سخت عذاب الیم میں مبتلا ہوں جس لذت و نعمت سے دنیا کا ہر آدمی سے
ادنیٰ شخص لطف اٹھاتا ہے اس سو تم نے مجھے محروم کر دیا۔ اور جب میری ہی زندگی
خواب ہو گئی تو مجھے اور کسی کی زندگی کی کیا پروا ہو سکتی ہے؟ اب مجھ میں نہ ترس
جھوٹے کا امتیاز ہے نہ بڑے بھلے کی تیسرے۔ تکان کھول کے سن لو۔ اور خوب یاد
رکھو کہ میں سلطان سے ہرگز شادی نہ کروں گا۔

فرمان: جب حضور سر دربار شاہزادی سلطانہ سے شادی کا وعدہ فرما چکے
ہیں تو اب اپنے وعدے سے نہ پھرنا چاہیے۔ بد عہدی بادشاہوں کی شان ہے بیدار۔

الفانسو: (نہایت ہی برہمی اور حد سے گزرے ہوئے غیظ و غضب سے) "تم ایمان
سے کہتے ہو کہ میں نے وعدہ کیا تھا؟ میں نے وعدہ کیا تھا یا تم نے؟ اس میں میرا
مطلق قصور نہ تھا۔ یہ سارا فساد اور سب کیا دھرا تمھارا ہے۔ بغیر اس کے کہ میں کون
تم نے مجھے خواہ مخواہ کو ذمہ دار بنا دیا تم نے اس وقت میرے تہوار اور میری برہمی کی نگاہ دہلی
اور نہایت ہی سیورس پن سے بلا لیا تھا اس کے کہ میری ناراضی کا کچھ بھی پائے نہ لیا تھا کہ تیری
طرف سے اقرار کر دیا۔ تمھیں اتنی ہی برہمیں نہ آیا۔ بلکہ نہایت ہی جرأت کے ساتھ تم نے جعل
بنایا۔ میں نے اپنی مہر کے ساتھ جو کاغذ ضیا کے معرفت تم کو دیا تھا اس لیے دیا تھا کہ ضیا کے
حق میں میری طرف سے جو جائز ہو لکھ لو۔ مگر تم نے مجھے اور ضیا دونوں کو دھوکے میں رکھ
کے بغیر اس کے کہ میری مرضی کا ذرا بھی خیال کرو اس پر سلطانہ کے حق میں میری طرف سے
اقرار نامہ لکھ کے اس پر مہر کر دی۔ ہاں یہ تمھارا جعل تھا۔ اور نہایت ہی سنگین جعل
جس پر اگر نرا دیجائے تو تمھارا تہ بھی نہ لگے پھر سب کے آخر میں یہ قیامت کی کہ مجھے
بالکل غافل رکھا۔ اتنا بھی موقع نہ دیا کہ ضیا سے مل کے میں اس پر اپنا ارادہ ظاہر کر سکوں
اور جھٹ بٹ کر میں کے ساتھ اسکی شادی کر دی جس پر میری اور اسکی دونوں کی زندگی
خاں غارت ہو گئی۔ ہم دونوں کی مسرت خاک میں مل گئی۔ شاید تم یہ کہو مجھے بادشاہ مرحوم
کی وصیت پوری کرنا تھی لیکن تمھیں چن کر جو حاصل ہو گیا کہ میری طرف سے ایسا
بات کا وعدہ کرو دو جو میرے امکان میں نہ تھی؟ کیا تمھیں بھول گیا کہ سلطانہ اس
مان کی بیٹی ہے جس نے بے خطا و قصور میرے باپ کی جان لی؟ اور یہ وہی عورت ہے
جو ساری دنیا میں انتہا درجہ کی زانیہ و بدکار شہو ہے؟ اور نہایت بدنام ہے؟ ایسی

حالت میں بھلا یہ ممکن ہو کہ سلطانہ اور میں ایک جگہ رہوں اور ایک بلنگس پر لٹیں؟ خدا کی قسم یہ کبھی نہ ہو گا۔ تم نے وہ حرکت کی ہے جس سے سارا صقلیہ غارت ہو جائے گا۔ میرا دل چاہتا ہے کہ وہ بڑا ہونے اور میرے ساتھ سلطانہ کی شادی ہونے سے پہلے تم دیکھو گے کہ خون کی نہریں بہ رہی ہیں قتل و غارت کا طوفان بیاہر ہو گیا۔ امیٹ سے اینٹ بچ گئی ہے اور تمام شہر دن میں خاک اڑ رہی ہے۔ مکان لٹ گئے ہیں۔ عمارتیں منہدم ہو گئی ہیں۔ اور لوگ ہلاک ہو گئے ہیں ہاں یہ سب ہو گا۔ اور میری اور ضیا کی تباہی کے ساتھ تم سارے صقلیہ کو خاک میں ملاؤ گے۔“

الفانسو کی اس بدچوشت تقریر کا فرمان پر بڑا خوفناک اثر پڑا۔ دل میں وہ سہم گیا کہ اگر بادشاہ نے ایسا ہی کیا جیسا کہتے ہیں تو قیامت بپا ہو جائے گی۔ جھک کے زمین چومی اور کہا حضور خدا کے واسطے اپنا عصہ فرو کرین۔ اور ملک کے بیٹا ہوں کے حال پر ترس کھائیں۔ حضور کی رعایا پروری سے مجھے امید ہے کہ جیسا کہتے ہیں ویسا کر دوں گا۔ ارادہ نہ کریں گے اور میری بیٹی کے عشق میں وہ سختیاں نہ کریں گے۔ جو حضور کی شان رعایا پروری سے بعید ہیں۔“

الفانسو: جس قیامت کو اپنے کر تو توں سے تم نے بلایا ہے رک نہیں سکتی۔ بے آئے نہ رہے گی۔ آئے گی۔ اور ضرور آئے گی۔“

فرمان: اگر حضور انصاف فرمائیں تو غلام نے جو کچھ کیا ہے حضور کی خیر خواہی میں کیا ہے۔ اور اگر مرکیس کے ساتھ ضیا کا عقد کر دیا تو یہ بھی اسی خیال سے کیا کہ اسے بھی حضور کے غلاموں اور جہان شاہوں میں شامل کر دوں۔“

الفانسو: آہ! اسی مجرمانہ خیر خواہی نے میری زندگی بے مزہ کر دی۔ جب سے اس شادی کا حال سنا ہے ایسی پریشانی و تشویش اور غیظ و غضب میں ہوں کہ خدا جانے اس کا کیا انجام ہو گا۔ اور اندوہ اور یاس کے عالم میں میں جو نہ کر گذر دوں تعجب ہے کہ بغیر اس کے مجھے خبر کر دو۔ تمہیں یہ معاملات میں دخل دینے کا کیا حق تھا؟ کیا میں ہندو تھا؟ یا کافر؟ یا غی و سرکش؟ ام اسے ڈرتا۔ اور اُن پر سزا دینا چاہتا تھا۔“

فرمان: میرے سوا سلطانہ نے بھی خود آپ کے ضیا کو بتایا اور یقین دلایا کہ حضور خود اُن پر فریفتہ ہیں اور شادی کا مضبوط وعدہ کر چکے ہیں۔ انھیں نے ضیا کو شادی پر مجبور کیا۔“

اور اپنے سامنے اور خاص اپنے اہتمام سے شادی کی۔
 الفانسو۔ (حونک کے) "کیا! تم سلطان کی سازش میں شریک ہو؟ اور تھیں سادہ
 دل دنیا کو اس فاحشہ و فاجرہ سے ملائے شرم نہ آئی؟ خیر اب تو صاف کھل گیا کہ تم میرے نہیں
 سلطان کے خیر خواہ ہو۔ اور اس کے کامیاب کرانے کے لیے میرے خلاف سازش کر رہے ہو۔"
 یہ سنتے ہی فرزان کا خون خشک ہو گیا۔ ڈرا۔ کہ ایسا نہ ہو اس انتقام میں بادشاہ
 میری جان کا بھی خزان ہو جائے بے اختیار زمین پر گر کے عاجزی سے قہقہے کھانے لگا
 کہ میں نے آج تک کوئی امر اپنے نزدیک حضور کی بدخواہی کا نہیں کیا۔"

الفانسو۔ اپنے نزدیک نہ کیا ہو مگر حقیقت میں تم نے مجھ سے دشمنی کی تم میرے
 نہیں سلطان کی بھی خواہ ہو۔ اور اسی کی خواہش تم نے پوری کی تمہاری جگہ اور کوئی ہوتا
 تو میں ایک لڑکھو کوئی دشمن نہ اٹھا رکھتا مگر تم نے مجھے پالا ہے پرورش کیا ہے۔ اور مجھ پر تمہارے
 حقوق میں۔ لہذا تھیں بجائے آزار ہو بچانے میں خود اپنے سر مصیبت لینے کو ترجیح دیتا ہوں
 اگر میں ایسا ہی ذلیل و خوار ہوں۔ ایسا ہی نالائق واکارہ ہوں کہ تمہاری بیٹی کا شوہر ہو نہ
 قابل نہ تھا تو پھر میں اس ملک و دولت اور تاج و تخت سے بھی دست بردار ہوا جاتا ہوں
 اپنی تمنا شوق سے پوری کرو۔ اور جسے چاہو بنا بادشاہ بنا لو۔ جو سلطنت دل و جگر کو عہدہ
 ہو بچانے کے اور رنج و الم میں مبتلا کرنے دیجئے۔ مجھے نہیں منظور میں اس سے باز آ یا
 مجھے دنیا چاہیے ملک نہیں چاہیے۔"

فرزان۔ "یوں حضور غلام پر جس قدر چاہیں خفا ہوں لیکن حضور کو معلوم ہے کہ بغیر
 سلطان کی شادی کے ملک نہیں مل سکتا تھا۔ اور میری آرزو یہی تھی کہ حضور بادشاہ ہوں
 ایسی حالت میں سو اس تدبیر کے میں اور کیا کر سکتا تھا؟"

الفانسو۔ مرحوم چچا کو ایسی وصیت کرنے کا حق ہی کیا تھا؟ ان کو بھائی کا روبرو نہ
 جب اٹھیں دیکھنا ہے تو کیا ان کے لیے کوئی ایسی شرط لگائی تھی؟ خوب یاد رکھو
 کہ میں دنیا کے معاملے کی کوشش میں کوئی بات نہ اٹھا رکھوں گا۔ جو خیال من آئے
 گا کروں گا۔ اور جب تمہاری سازش سے مجبور ہو جاؤں گا تو تاج و تخت کو لات
 مار کے بیان سے چلا جاؤں گا۔ اور کسی خانقاہ میں بیٹھ رہوں گا۔
 فرزان نے اتجاہ و ماری سے بادشاہ کو ان امدادوں سے روکا۔ اور گفتگو کو

زیادہ طویل ہونے دیکھ کے پھار داب سے زمین چرمی اور ہاتھ باندھ کے کہا: خراب
اب جو کچھ ہوا غلام ناشا ہر کہ میرا قصہ تھا! اور یہ حضور کی محض رحم دلی و رحمت تھی جو
ایسا اس حضور کی عزا سے غلام بن گیا۔ لیکن اب نہایت ہی عاجزی و سوائس کر غلام
کے انہیں حقوق کا خیال کر کے جن کی وجہ سے غلام کی جان بخشی کی گئی ہر غلام کے داد
کے بارے میں بھی رہائی کا حکم دیا جائے۔

الغاسق: (دیر تک غور کر کے اور سرنگون رہ کے) "اچھا میں اسے چھوڑ دوں گا
تم گھر جاؤ۔ دم بھر میں وہ پہنچ جائے گا۔"

یہ الغاسق بن کے فرمان کو اطمینان ہو گیا۔ اور آداب بجالا کے واپس جانیکو
تھا کہ الغاسق نے کہا: تمہارے قصر کے جن کمروں میں رہتا تھا وہ اب بھی میری قبضہ میں
رہیں گے۔ میرا پرانا آدمی لیگا تو وہاں رہا کرے گا۔ اور دو قتا دو قتا میں وہاں آ کے
تہائی و عزت و غریبی کی زندگی بسر کیا کروں گا۔

فرمان: "سارا مکان حضور کا ہے۔ اور حضور کو اس کے متعلق پورا اختیار ہے۔"
الغاسق: "میرا بچپن کا عہد اور عمر کا بیفکری کا زمانہ اسی مکان میں گزرا ہے اور جب
انکار سوا لگ ہو کے خاموش بیٹھنا چاہوں گا وہیں آیا کروں گا۔"

فرمان: "حضور کی رونق افزائی ہم سب کے لیے باعث فخر اور سرمایہ ناز ہو گی۔"
یہ کہہ کے دھیر چلا گیا۔ اور الغاسق سوچنے لگا کہ اب کیا کروں؟ سوچتے
سوچتے دل میں یہ بات آئی کہ آج رات کو پھر ضیاء سے مل لوں تو فیصلہ کروں گا کہ مجھے
کیا کرنا چاہیے۔ اس ارادے کے ساتھ ہی اس نے کہا: "تو پھر آج کہیں نہ چھوڑنا چاہیے
ہا کہ ضیاء مجھے تھا ملے۔ اور میں اس سے اطمینان کے ساتھ باتیں کر سکوں۔" اس کا نتیجہ
یہ تھا کہ باوجود دیر فرمان سے وعدہ کر لینے کے مرکیس کی رہائی ملتوی نہ ہوئی۔

پندرہواں باب

شرافت و عشق کا مقابلہ

مرکیس کو گرفتار ہونے سے قبل ضیاء کی خادمہ مثلثہ اسے معلوم ہو گیا تھا کہ شاہ
الغاسق ضیاء کا عاشق ہے اور دونوں میں بڑے بڑے عہد و پیمان ہو چکے ہیں گرفتاری

کر ساتھ ہی یقین آگیا کہ میں صرف اس لیے گرفتار کیا گیا ہوں کہ شاہ افغانو صیبا پر عاشق
ہے۔ اور وہ مجھے اس کا شوہر نہیں دیکھ سکتا۔ وزیر فرزان نے قہر شاہی سے دواں جاتے وقت
اسے اطلاع دیدی تھی کہ بادشاہ نے تھوڑی دیر میں تمہارے رہا کرنے کا وعدہ کیا ہے
میں اپنے مکان پر جا کے تمہارا انتظار کرتا ہوں۔ اس اطلاع کو سبب دے کر بے صبری سے
رہائی کے حکم کا منتظر تھا۔ جو جو وقت گزرتا جاتا تھا اسکی بے صبری بڑھتی جاتی تھی۔ آخر
اُسے یقین ہو گیا کہ میں نہ چھوڑا جاؤں گا۔ دل میں رشک کی آگ لگی ہوئی تھی۔ لگاؤں پر
لوٹ رہا تھا۔ اور بار بار قسم کھاتا تھا کہ رہائی پاتے ہی خدانے چاہا تو بادشاہ اس کا انتقام
بیٹھے بیٹھے دل میں خیال کر رہا کہ آج رات کہ شاہ افغانو میری بی بی سے جا کر ضرور
ملے گا۔ آہ! اس گھڑی سے پہلے میں مر گیا ہوں۔ اس جوش میں حد سے زیادہ
میتاب و بیقرار ہو کے داروغہ قید خانہ کو بلا یا۔ اور کہا کہ تم آج صبح میرے ماتحت اور میرے
تابع فرماؤ گے اور اس وقت میں تمہارے ماتحت میں اسیر اور تمہاری نظر عنایت کا امیدوار ہوں۔
داروغہ آپ بجا فرماتے ہیں مجھے بھی اس کا بڑا افسوس ہے۔ مگر حضور جہان پنا
کے حکم سے مجبور ہوں۔“

مرکیس : شاید تم کو اس کا یقین ہو گا کہ کسی نہ کسی دن مجھے رہائی ضرور ملے گی۔ میرے خسر
وزیر فرزان کی سفارش بے نتیجہ نہیں رہ سکتی۔ اور چھوٹے ہی میں پھر وہی تمہارا اندر
وزیر فوج ہو جاؤں گا۔“

داروغہ : بے شک! اس میں کسی شک ہو سکتا ہے؟“
مرکیس : تو میرے حال پر اتنی عنایت کر دو کہ رات بھر کے لیے مجھے گھر جانے کی اجازت
دیدے۔ صبح ہوتے ہی میں خود ہی حاضر ہو کے بیڑیاں پہن لوں گا۔“
داروغہ : (مائل سے) : یہ نازک معاملہ ہے اگر جہان پناہ کو خبر ہو گئی تو میری
کھال کچھ الین گے۔“

مرکیس : اُنھیں خبر ہی کیوں ہونے لگی؟ اور اس عنایت کے عوض میں جو
کہو میں دینے کو تیار ہوں۔“
داروغہ : تمہیں آپ کو کچھ دینے لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں صرف انجام کا خیال کر کے ڈرتا ہوں
مگر جو کچھ ہو میں آپ کی خواہش پوری کر دوں گا۔ یہ کہہ کے رات ہونے ہی اندھیرے میں

اس نے مرکبیں کی نوخیزین کھول دیں! پنا گھوڑا دیا۔ اور کہا، آپ اس پر سوار ہو چلے جائیں۔

مرکبیں نے اس کا بہت شکریہ ادا کیا۔ اور گھوڑے پر سوار ہو کے اسے اڑتائی تو دزیر زمان کے قصر میں کھڑا تھا۔ وہاں وہ ایسی خاموشی سے گیا کہ کسی کو خبر نہ ہونے پائی چھپ کے مثلہ اسے ظا۔ اور کہا، دیکھو میرے آنے کا حال تمھاری بی بی کو یا کسی اور کو نہ معلوم ہو۔ تم مجھ پر اتنا احسان کرو کہ سب کی آنکھ بچا کے مجھے جیکے سے منیا کے حجرہ عرس میں پہنچا دو۔ میں وہاں چھپ رہی ہوں گا۔ اور کسی کو قانون کا خبر نہ ہوگی۔ مثلہ موقع دیکھ کے اور سب کی نظر بچا کے اُسے منیا کے خاموش نقش کر کے میں نکال لے گئی اور دوسری کے پیچھے چھپ کے بیٹھ رہا۔ اپنے تمام اگلے بھی پاس رکھ لیے کہ وقت پر کام آئیں۔

اسے تھوڑی سی دیر ہوئی تھی کہ منیا اور اسکی دایہ آریہ آئیں۔ منیا اسی طرح غمگین تھی۔ بات بات پر آنسو نکل آتے تھے۔ اور آریہ سمجھاتی تھی کہ جب آپ نے شاہ الغاسو کو صاف جواب دیا۔ اور دل میں غم لہرائی کہ اپنے دو گھام رکبیں ہی کی وفادار بی بی بن کے رہیں گی تو پھر رورو کے آپ کو کیوں ہلکان کیے ڈالتی ہیں؟

منیا روتے روتے تو میں اب عمر بھر روتی رہی۔ ابا جان کے کہنے سے دل پر بھر کر کے میں نے مرکبیں دزیر سے شادی تو کر لی مگر اس کا اقرار نہیں کیا کہ الغاسو کی بوفالہ کا شکوہ بھی نہ کر دیا۔ یہ صدمہ تو جب تک دم میں دم نہیں جاسکتا۔

مار یہ۔ مگر اب آپ نے مرکبیں کے ساتھ شادی کی ہے تو اسی طرح بنا ہیے بھی۔ جس طرح شریف بی بیان شوہر سے بنا کرتی ہیں ان کی باتوں میں دل بہلائیے۔ پیسے بولے۔ ان کو خوش کیجئے۔ اور خوش ہو جائے۔

منیا کیا تم سمجھتی ہو کہ شادی میں خوشی نے اور زندگی سے لطف اٹھانے کے لیے کی ہری یہ تم بالکل غلط سمجھتی ہو میں نے تو فقط اس خیال سے اور اتنی بات کے لیے یہ شادی کی جو کہ دوسرے مرد کو اپنے پہلو میں بٹھا کے الغاسو کو جلاؤں۔ یہی مشورہ سلطان نے دیا تھا۔ اور اسی خیال سے میں نے شادی کی، امی بھری۔ دل لگانا ہوتا تو میں ایک انجان شخص سے جس کی صورت ایک ہی آدمی اور دوسری دیکھتی تھی جس سے نہ ملاقات تھی نہ کسی طرح کا انس تھا۔ یوں بے سوچے سمجھے کیوں شادی کرتی؟

اتنے میں سلطانہ آگئی۔ اور ضیا کو ہاتھ پکڑ کے اٹھایا۔ اور کہا۔ بے اب چلو کھانا کھا لو۔ کل تم رات کو پھر بھوک پیڑی رہیں۔ آج میں تمہیں بے کھلانے نہ رہوں گی۔
ضیا: مجھے تو اس وقت بھوک نہیں ہے۔ آپ کھا لیجیے۔ میرا جب جی چاہے گا میں بھی کھاؤں گی۔

سلطانہ: میں نہ انوں گی! اس وقت تو تمہیں میرے ساتھ کھانا پڑے گا۔
ضیا نے پھر غدر کیا۔ مگر سلطانہ نے ایک نہ سنی۔ اور زبردستی اپنے ساتھ لے گئی۔ کھانیکے کمرے میں غدا کے بعد بھی دونوں میں دیر تک باتیں ہوتی رہیں۔
سلطانہ: میرا جی چاہتا تھا کہ تمہاری جگہ میں تمہاری صورت بنا کے لیتی۔ اور جب بادشاہ الفاشو آئے اُن سے باتیں کرتی۔

ضیا: میرا تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔ مگر تم کو وہ پہچان گئے تو غضب ہی ہو جائے گا۔
سلطانہ: میں ایسا روپ نہ بھرون گی کہ وہ پہچان سکیں میں تو اپنی آواز بھی بدل سکتی ہوں۔

ضیا: آخر تم ان سے کیا باتیں کرتی ہو؟
سلطانہ: مجھے اس میں بڑا مزہ آتا۔ اور تپہ لگتا لیتی کہ اب ہمیں سچی محبت کس سے ہو؟ مجھ سے یا تم سے؟

ضیا: بات تو مرے کی تھی مگر میرے کمرے میں نہیں مناسب ہے۔
سلطانہ: مجھے تو بڑی حیرت یہ ہے کہ وہ آئے کدھر سے ہیں؟
ضیا: یہی حیرانی مجھے بھی ہے۔

سلطانہ: اچھا تمہیں یہاں نہیں منظور ہے تو میں اور کہیں اُن سے مل لوں گی۔
رات نہ بادہ آچکی تھی سلطانہ نے رخصت ہو کے کہا۔ اب بہن جانے ہیں زندگی ہے تو پھر کل ملیں گے۔ اسکے جانے کے بعد ضیا حسرت داندوہ کے ساتھ اپنے کمرے میں سہری پر آ کے لیٹ رہی۔ اور انتظار کرنے لگی۔ کہ الفاشو آئیں تو انہیں اُن کی ذلیل برکات پر الزام دوں۔ اسی انتظار میں کوئی ایک گھنٹہ گزر گیا۔ اور لیٹے لیٹے ضیا کی آنکھیں جھپکنے لگیں تب تک کچھ سوچا ہوا۔ گھر کے آنکھیں کھول دیں۔ اور دیکھا کہ شاہ الفاشو سرانے گھر اسے۔ ضیا اسے دیکھتے گھر کے اٹھ بیٹھی۔ اور الفاشو نے

نہایت ہی بیباکی کے ساتھ اسکے قدموں پر سر رکھ دیا۔ پھر اٹھ کے کہا: "اے ہوش نازین میرے جو کچھ غدر ہیں وہ سن لو پھر مجھ پر بدگمانی کرنا۔ تمھارے شوہر کو فقط اس خیال سے آج روک رکھا کہ مجھے تم سے آزادی کے ساتھ ملنے اور باتیں کرنے کا موقع مل جائے تاکہ جی کھول کے اپنی کہوں اور تمھاری سنوں۔ اپنے دل کا سارا حال تم پر آشکارا کر دوں۔ خدا کے لیے میری التجا سن لو۔ اپنے وصال سے محروم کر کے تم نے مجھے ایسی مصیبت اور ایسے رنج و الم میں مبتلا کر دیا جس کے ظاہر کرنے کے لیے میرے پاس زبان نہیں جو یقین جانتا کہ میں نے ذرا بھی بدعہدی نہیں کی تمھارے والد نے جب مجھے سلطانہ کیساتھ شادی کرنے پر مجبور کیا تو میں نے فقط ایک بالسی اور حکمت عملی سے اس کے ساتھ الفت ظاہر کر دی ورنہ اس تکلف کی صورت سے مجھے نہایت ہی نفرت ہو یہ سن کے شاید تم بڑا نوجو و سچ کہتا ہوں کہ ساری آفت تمھارے ابا جان کی لائی ہوئی چیز اُسی غلطی سے ہر وقت اسی فکر میں تھا کہ کسی طرح تم سے مل کے اصل حقیقت بیان کر دوں۔ اور تمھارے ساتھ شادی کرنے کی کوئی تدبیر نکالوں۔ مگر آہ! میں اسی فکر میں لگا رہا۔ اور میری بد قسمتی سے تم نے مرکیس سے شادی کر لی۔ جس کا تمھارے اور میرے دونوں کے لیے زندگی بھر کف انیسوس ملے اور قسمت پر رونے کے سوا اور کچھ نتیجہ نہ ہو گا۔"

ضیا: "مگر تم نے خاص میرے سامنے جو سلطانہ پر عشق ظاہر کیا اور شادی پر پوری آمادگی ظاہر کی اس کا کیا جواب ہو؟ اگر تمھارے دل میں اس کے خلاف آئین تھیں تو تم نے مجھے بتا کیوں نہ دیا کہ یہ فقط ظاہر داری کے لیے تھا؟ اور میری تمھاری محبت میں کوئی فرق نہیں آیا ہے؟"

الغاشو: "بتانے ہی کی تو محبت نہیں ملی۔ تمھارے والد جنھوں نے میری خوشیوں کو خاک میں ملا دیا۔ اسی وقت تمھیں پٹائے گئے۔ اور پھر اس کے بعد میرے پاس لوگوں کے آنے کا ایسا اتنا بندھا کہ آدھی رات کے بعد میری جان چھوٹی اور اسی وقت میں تمھیں خبر کرنے کو آیا مگر کسی غیر کی تلواریں لڑتے دیکھ کے دابیں جھلا گیا۔"

ضیا: "خیر میں نے مان لیا کہ اس میں تمھارا قصہ نہ تھا۔ مگر اب میرے مان لینے سے کیا ہوتا ہو؟ قسمت بٹ پٹی بھی جو ہونا تھا ہو چکا۔ اور میں مرکیس کی ہو گئی۔ مگر سچ بتاؤ کیا حقیقت میں تمھیں سلطانہ سے محبت نہیں ہے؟"

الغاسو: "مطلق نہیں۔ بلکہ مجھے تو اس محبت کی صورت سے نفرت ہے۔"
 ضیا: "تو کیا تم آئندہ بھی اس سے محبت نہ کر سکو گے؟ تھوڑے دنوں کی محبت
 اور میل جول سے کچھ نہ کچھ انس پیدا ہی ہو جائے گا۔"
 الغاسو: ہرگز نہیں جس عورت کی مان نے میرے باپ کو قتل کرایا۔ جو انتہا درجہ
 کی بدکار اور فاحشہ ہے اس سے بھلا محبت ہو سکتی ہے؟ اس سے تو روز بروز
 نفرت بڑھتی جائے گی۔"

ضیا: مگر اس سے شادی کرنے پر تو تم مجبور ہو؟ اقرار کر چکے ہو سلطنت اسی شرط
 پر ملی جو۔ اور یہ شرط نہ پوری ہوئی تو سارے امراء دربار خلع ہو جائیں گے۔
 جن کے سامنے تم نے شادی کا اقرار کیا ہے۔ وہ بغاوت کر دیں گے۔ یہ تاج تخت
 چھین جائے گا۔ اور میں خوش ہوں گی کہ جس چیز کی ہوس میں تم نے مجھے چھوڑا
 تھا وہ بھی نہ نصیب ہوئی۔"

الغاسو: "مجھے اب سلطنت کا شوق ہی نہیں۔ جو چیز تھیں چھوڑ کے لے آئے
 نہیں چاہتا۔ لیکن اگر تمہارے والد کی ایسی چالاکیاں سب نے کیں تو اور بات
 ہو۔ ممکن ہو کہ کسی اخلاقی کمزوری سے میں اس کو اپنی جو رو بنالوں۔ مگر زندگی
 بھر میرے حق میں وہ عذاب کا فرشتہ رہے گی۔"

ضیا: "اور میں یہی چاہتی ہوں۔ تاکہ جس طرح میری زندگی خراب ہوئی ہے۔
 جس طرح میں ایک نا آشنا اور غیر محبوب شخص کے ساتھ زندگی کاٹنے پر مجبور
 ہوئی ہوں اسی طرح تم بھی زندگی بھر اسی کے ساتھ بناہنے پر مجبور ہو جس کی
 ہر بات اور ہر حرکت سے تم کو آزار پہنچا کرے۔"

الغاسو: "آہ! ضیا میری بیگناہی ثابت ہونے پر بھی تم میرے حال پر مہربان
 نہیں ہوتیں۔"

ضیا: "تمہاری بیگناہی کا اب یقین بھی آیا تو کیا کر سکتی ہوں؟ سوار بادہ صدمہ
 ہوتے اور زندگی بھر پھٹانے کے اس سے کیا حاصل ہو گا؟ قسمت میری دشمن
 تھی۔ مجھے یقین دلا گیا اور میں نے یقین کر لیا کہ دولت کے نشہ میں تم مجھ سے بول گئے
 اور اس عصہ میں میں خد کے اگلا ہوں پر لومہ رہی تھی کہ ابان جان مر گئیں گے۔"

ساتھ شادی کرنے پر مجبور کیا۔ پہلے مین نے بالکل انکار کیا۔ مگر جب سلطانہ آ کے میری دوست بنیں۔ اور انھوں نے یہ پہلو سمجھا یا کہ باتم سے انتقام لینے کی یہی صورت ہو کہ مین مرکیس سے شادی کر کے تم کو ساؤن تو مین اس پر راضی ہو گئی۔ اور ابا جان نے کہا کہ وہ مرکیس کو قول دیکھ لیں۔ اور مین نے خیال کیا کہ صقلیہ کے شامت زدہ امیرون مین لڑائی عسکن و محبت کے بارے مین ان باب کی لوٹ پوٹی ہو۔ اور اپنے اوپر اختیار نہیں رکھتی۔ فرض کچھ ایسی باتیں جمع ہو گئیں کہ مین مرکیس سے نکاح کرنے پر مجبور ہو گئی۔ میرے قبول کرتے ہی ابا جان اور سلطانہ نے اسی گڑھی مجھے گرجے مین لیجئے نکاح کر دیا۔ اب اپنے لیے پر چھپاتی ہوں۔ مگر چھپانا بے سود ہے۔ تم بھی اب میری اس ہوفائی کا مجھ سے یوں انتقام لو کہ مجھے بھول جاؤ۔

الفانسو۔ (جوش و خروش کی بلند آواز سے) "آہ دل پر تا بو نہیں یہ اختیار ہے ہر جہت ضیا۔ (ایک ٹھنڈی سانس بھر کے) "اب یہی مناسب ہو کہ تم ہم دونوں دل پر جبر کر کے ان خیالوں کو دبائیں۔ اور پرانی باتوں کو بھول جائیں۔"

الفانسو۔ "تمہارے اختیار اور بس مین ہو کہ مجھے اور میری محبت کو بھول جاؤ؟"

ضیا۔ "نہیں! اختیار مین تو نہیں ہو۔ مگر جان تک بنے گا اس ظالم دل کو روکوں گی۔ تمہارا سامنا کرنے سے بے چون گی۔ اور جوش کو دباؤں گی۔"

الفانسو۔ "مگر مجھے معذرتیں آ سکتا مین تو دل کو روک سکتا ہوں اور نہ جوش کو دبا سکتا ہوں۔" جب بوقاری بڑھے گی تمہاری زیارت کو دوڑا آؤں گا۔ اور یہ ملنا جلنا مرنے دم تک چھوٹے گا۔"

ضیا۔ (دل کو مضبوط کر کے اور طیش کے ساتھ) "یہ نہیں ہو سکتا۔ مین دوسرے کی جورد ہو چکنے کے بعد تم سے مخفی تعلقات نہیں رکھ سکتی۔ اور خود شامہ التجا سے کتنی ہوں کہ اب بیان آنے کا قصد نہ کرنا۔"

الفانسو۔ (ایک آہ فلک دوز پہنچ کے) "آہ سنگ دل! مازن! محض اپنی مہم اورادہ ضبط کی بنا پر تم اس عاشق جاننا زکو اپنے دیدار سے روکتی ہو جو تمہارے عشق مین نیم جان ہو رہا ہے۔ اور بچپن سے تم پر مشا ہوا ہے؟"

ان باتوں سے خصوصاً الفانسو کا آخری فقرہ سن کے ضیا کو اپنی بھرمتی کا خیال آیا۔ اور طیش کے ساتھ بولی: "کیا تمہارے دل مین ہو کہ مین اب بھی تم کو

ایسا عاشق بنا یا پسند کروں گی؟ یہ خدا کی قسم ہو گا۔ اگر تقدیر نے یہ نہیں پسند کیا کہ میں صلیب کی ملکہ بنوں تو یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ اپنے شوہر سے یو خالی کروں۔ اور اس کی مجرم بنوں۔ مرتبہ اور عزت میں بھی وہ کم نہیں ہے۔ خاندان میں تمھارے بڑا برادر تمھارے ہی دادا کی اولاد سے ہے۔ اسی درجہ کا وہ بھی ہے جس درجے کے تم ہو فرق ہو تو فقط اتنا کہ تم بادشاہ ہو اور وہ وزیر ہے۔ میں ہاتھ جوڑنے کے کتنی ہوں کہ بس اس بیدار ہو چلاؤ۔ میری آبرو نہ لو۔“

الغاسقو۔ (جوش میں آ کے اور آپے سے باہر ہو کر) ”ادبے رحم ظالم! مجھ پر یہی ظلم کیا تو ڈراؤ کہ تو میری کی جو رو ہو گئی جو اب میرے ساتھ یہ ظالمانہ سلوک بھی کر رہی ہے؟ اور اس کی بھی روادار نہیں کہ اس بیادری صورت کو سامنے کھڑے ہو کے حسرت سے دیکھ بھی سکوں؟ اور آنکھوں ہی آنکھوں تیرے بارغ حسن میں چھینی کروں؟ اب میری تسلی کے لیے نقطہ یہ دیکھ رہا ہے اور تو اس سے بھی روکتی ہو؟“

بادشاہ کا یہ جوش دیکھ کے ضیا کا بھی دل بھر آیا۔ آنسو پونچھنے لگی جو آنکھوں میں ڈبڈباتے تھے اور بولی ”آہ! قسمت میں ہی لگا تھا۔ اور تقدیر نے یہی فیصلہ کر دیا؟ بس بس جائے خدا کے لیے جائے۔ آیا کو دیکھ کے میرے دل میں الفت کا جوش بڑھتا اور خفقان ہونے لگتا ہے۔ چچمن کا زمانہ اور اس وقت کی ساری باتیں نظر کے سامنے آ جاتی ہیں۔ اور میرے دل کی وہ حالت ہوئی جاتی ہے جو خدا نہ کرے کہ کسی عاشق کے دل کی ہو۔ آہ کیا کروں؟ بے بس ہوں! اتھ جوڑنے لگتا جاؤ۔ اور میرے دل میں جذبات و خیالات کا جو ہنگامہ بچا ہوا ہے اس سے مجھے نجات دو۔ یہ شرافت اور عشق کا مقابلہ ہے۔ اور خدا کے لیے ایسا نہ کر کہ میں عشق کے جوش میں شرافت کو بچ دوں۔“

یہ کہتے ہی رخصت کا ہاتھ پیدا کرنے کے لیے شمع دان نیز پر سے گرا دیا شمع گرتے ہی بجھ ہو گئی۔ اور وہ بادشاہ سے یہ کہہ کے کہ ”میں شمع روشن کرنے جاتی ہوں۔ آپ تشریف لے جائیں۔ اور پھر یہاں آنے کا ارادہ نہ کریں۔“ بغیر الغاسقو کو جواب کا موقع دے کر سے نکل کے چلی گئی۔ مگر پھر الغاسقو نے پکارنے ہی کہا کہ میں ابھی نہیں جاؤں گا۔ جلد ہی آنا۔“

سوٹھوان باب

مارضامندی کی شادی کا انجام

مرکس سہری نے نیچے چھپا ہوا یہ سب باتیں سن رہا تھا۔ اور دل کی عجیب حالت تھی
سیکڑوں بار جی من آیا کرتا تو اس نے کئے نکل پڑوں اور اسی وقت بادشاہ سے انتقام لینا
مگر دل کو روکتا اور خیال کرتا کہ اب یہ بیان سے زندہ تو نہیں جاسکتا۔ پھر میں ان دونوں
کے تعذبات کیوں نہ معلوم کیوں؟ اور اپنی چور کا اظہار خود اُسکی زبان سے کیوں
نہ سنوں؟ جس وقت افسانہ کے الفاظ ستاد دل قابو سے باہر ہونے لگتا۔ تلوار
کے قبضہ کو مضبوط کر لیتا۔ اور نکل پڑنے کی جوش کو مشکوں سے روکتا۔ جب ضیا کی
باتیں سنتا تو کبھی اس کے حال پر ترس نکلتا۔ کبھی غضبناک ہو جاتا اور چاہتا کہ نکل کے
ایک ہی تلوار میں اس جو فاعورت کا خاتمہ کر دے۔ مگر آخر میں جب ضیا نے اپنا خیال
ظاہر کیا کہ اب میں اپنے شوہر کی وفاداری بی بی ہوان کی۔ اور تم سے کسی قسم کا
سرکار نہ رکھوں گی تو مرکس کی مردہ امیدیں جی اٹھیں خوش ہوا۔ اپنی خوش نصیبی
پر تازہ کیا۔ اور دل میں کہا۔ افسانہ! آخر میں تجھ سے جتنا اب جو جو ضیا کی زبان سے اپنے
شوہر کی وفاداری بی بی ہوان سے کہی گئی ہے۔ کسی قسم کی بے حرمتی نہ گوارا کرتے۔ اور اسے اپنے پاس
آنے سے روکنے کا اظہار ہوتا تھا۔ اس کی مسرت بڑھتی جاتی تھی۔ اور اپنی وفاداری بی بی
کا عاشق ہوتا جاتا تھا۔ یا تو اسی وقت دونوں کی ابتدائی گفتگو سن کے اسے بار بار
تاکڑ آتا تھا کہ اس پر وہ تلوار کھینچ کے ان دونوں عاشق و معشوق کی ہتھی شاد سے
باب و دیہی گھر پر بعد یہ حالت تھی کہ باجمعت بی بی کے سرخ کا پردہ اٹھا۔ اور
افسانہ کا جانی دشمن اور جو جو ضیا اس سے کہتی تھی کہ آپ جائیں اور وہ نہیں
جاتا تھا۔ وہ نالید کرتی تھی کہ اب کچھ بھی آپ میرے پاس نہ آئیں اور وہ نہ ماننا تھا۔
مرکس کا غصہ بڑھتا جاتا تھا۔ اور ضرب و ضبط کی کرتا رخصت ہوتی جاتی تھی۔ ہانکنا
کہ ضیا نے شمع گل کے اس کو جلے جانے کی نالید کی اور شمع روشن کر نیکے ہاتھ بیان
سے چلی گئی۔ مگر افسانہ اب بھی نہ جاتا تھا۔ اور اس کا منتظر کھڑا تھا۔

اس وقت مرکیس نے دل میں کہا: بس ہی انتقام لینے کا وقت ہے۔ اور اندھیرے میں کسی کو خبر بھی نہ ہوگی۔ اور جیسے ہی جیکے قمع کی طرح اسکی زندگی کا چراغ گل ہو جائے گا، تڑپ کے سہری کے بیچ سے نکلا۔ اور چونکہ اندھیرا تھا اٹکل سے اسکی طرف بڑھ کے۔ تلوار کا دار کیا۔ مگر تلوار خالی گئی۔ اور الفانوس بھیل کے کہا: کون ہے جو اس دارالامان میں مجھ سے تلوار کھینچتا ہے؟

مرکیس بدکار ظالم نہ سمجھ کہ تو ابھی اس مجرمانہ آرزو کو آسانی سے پورا کر سکے گا؟ ضیا کا شوہر غیور ہے۔ اور اگر نہ بدوستی ضیا کی آبرو پر حملہ کیا جاتا ہے تو وہ اسکی حمایت کے لیے موجود ہے۔ سبھل یہ کہتے ہی پھر چھپٹ کے دار کیا۔ جسے الفانوس نے اپنی تلوار پر لیا۔ اب دونوں جان پر کھیل گئے۔ اور اندھیرے ہی میں بغیر دیکھے اور بے تکان ایک دوسرے پر حملے کرتے گئے۔ دونوں زخمی ہوئے۔ مگر ابھی تک کسی پر کوئی کاری دار نہیں پڑنے پایا تھا۔ مرکیس زیادہ تیز زبان دکھا رہا تھا۔ حرفین پر ہلا پڑتا تھا۔ اور پوری قوت سے دار کرتا تھا۔ لیکن الفانوس صحت اسکے دار کو روک رہا تھا۔ اور حتی الامکان مرکیس کی جان لینے سے بچتا تھا۔ اس لیے کہ اسے ضیا کے خفا ہو جانے کا اندیشہ تھا۔ اس کے خدات مرکیس کا خیال تھا کہ لڑائی کا شوہر سن کے دم بھر میں سارے قصہ دے یہیں ہوں گے۔ وزیر فرمان بھی آہونچے گا۔ پھر اس وقت بادشاہ پر میرا زور نہ چلے گا۔ سب لوگ بیچ بچاؤ کر دیں گے۔ مجھے خواہ مخواہ لڑائی سے ہاتھ روکنا پڑے گا۔ اور بادشاہ میرے خون کا پیاسا ہو جائے گا۔ اس لیے ضرورت ہے کہ کسی کے آنے سے پہلے ہی اپنے زبردست رقیب کا کام تمام کر دوں۔ اسی وضع اور شان سے دونوں اندھیرے میں تلوار چرتے۔ اور مرکیس

جان سے ہاتھ دھو کے حرفین کی طرف بڑھتا جاتا تھا۔ کایک دروازہ کھلا ضیا سمع ہاتھ میں لیے ہوئے اندر آئی۔ اور یہ ہنگامہ دیکھتے ہی ٹھٹھک کے اپنی جگہ پر کھڑی ہو گئی۔ مرکیس نے لیٹ کے اسکی طرف دیکھا۔ اور ساتھ ہی اسکے شانے پر الفانوس کا ایسا زبردست ہاتھ پڑا کہ سینہ تک کاٹ گیا۔ مرکیس خون میں نہا کے تیرا یا۔ اور نیم جان ہونے لگا۔ ہاتھ ضیا نے شمع پر رکھی اسے دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا۔ اور سنبھالنے لگی۔ اس ہمدردی کا شکر ادا کرنے کے عوض مرکیس ضیا سے لیٹ گیا۔ اسے اپنے

ساتھ ملے کے زمین پر گرے۔ اور بڑی بھرتی کے ساتھ کمرے سے بھر نکال کے اس کے بیٹے میں
بھونک دیا۔ ضیا نے بے تحاشا ایک بیخ باری۔ اور مرکیس نے کہا: ”مگر ہمیں میں مجھے
بھی اپنے ساتھ لیتا چلوں گا۔ یہاں نہ چھوڑوں گا کہ تیرے حسن سے کوئی اور بطن اٹھائے۔
یہ سارہ روٹی ایکسٹا آنا فائنا میں اس طرح ہوئی کہ اگرچہ الفانسو نے فوراً بے اختیار
اس کے ساتھ جھپٹ کے ضیا کا پاؤں پکڑ لیا۔ اور اپنی طرف کھینچ کے اسے مرکیس کی کمرور
گرفت سے چھڑا لیا۔ مگر مرکیس اس کا کام تمام کر چکا تھا۔

اب جان لبس مرکیس نے الفانسو کی طرف دیکھ کے اتوئی کی آواز میں کہا: ”تو خوش
نہ ہو کہ اپنے رقیب کو مار ڈالا۔ اس لیے کہ اس لڑائی میں دراصل میں ہی کامیاب ہوں۔
ضیا کو میں ہی نے جیتا۔ وہ میری تھی اور میں ہی اسے اپنے ساتھ لے جاتا ہوں۔ اور
اس اطمینان و مسرت کے ساتھ دوسرے عالم میں جاتا ہوں کہ میرے بعد تو کبھی خوش
نہ رہے گا۔ تو ضیا کے غم میں زندگی بھر کا ٹھون پر لوٹے گا۔ اب درد اور ضعف کی شدت
سے اس نے زبان روک لی۔ اور بالکل موت کے کنارے پہنچ کے باقی ماندہ قوت سے
پھر کام لیا۔ اور کہا: ”اب میں اطمینان کی نیند سونا اور ضیا کے وصل سے شاد کام ہونا ہوں
اور تو ضیا کی لاش پر کھڑے ہو کے ماتم کرے۔ یہ کہتے ہی دم توڑ دیا۔

الفانسو ان واقعات کو دیکھ کے مہوت و شش در تھا۔ خاموشی سے مرکیس کے آخری
الفاظ سن رہا۔ اور پھر ضیا کی طرف جھک کے دیکھا کہ اس میں کسی قدر سانس باقی ہے یا نہیں
ضیا اپنی طرف دیکھتے دیکھ کے بولی: ”الفانسو! میرے پاس نہ آ! مرکیس تو چھوٹے
اطمینان پر خوش ہوتا ہوا دنیا سے گیا ہے۔ مگر مجھے بڑی حسرت ہے کہ میں دنیا سے نامراد جاتی ہوں
اور تو بامراد ہے آہ! افسوس صد ہزار افسوس! تو دنیا میں خوش رہے گا۔ اور میں حسرت
سے جان دیتی ہوں بس اب مجھ میں کچھ کتنے کی تاب نہیں ہے جاتی ہوں۔ اور دیکھو
وہاں کیا ساحلہ پیش آتا ہے؟“

الفانسو جواب دینے کو تھا کہ میں تمہارے بغیر خوش ہونا کیسا زندہ بھی نہیں رہ سکتا
مگر قبل اس کے کہ اس کی زبان سے کوئی لفظ نکلے ضیا کی روح پر واز کر گئی۔ یہ ایسا شدید
صدمہ تھا کہ تنہا ہی در کے بیٹے الفانسو غم کو بھی بھول گیا۔ مگر خیمہ نش کے بعد اُسے
محسوس ہوا کہ شروع ہوا کہ کیا ہو گیا۔ اب ساعت بساعت اسے زیادہ نظر آتا جاتا تھا

کہ ضیا کا مرجا تا میرے لیے کیا چیز ہے۔ گریبان چاک کر ڈالا۔ اور نہایت ہی زور و شور سے
 سینہ کو پی کر کے لگا۔ چلا چلا کے روتا تھا۔ اور پکارا تھا کہ "آہ کوئی آگے مجھے مار ڈالے"
 اتنے میں کہے گا ورنہ اڑا چلا۔ اور بہت سی مشعلوں کے ساتھ وزیر فرزان اور قصر کے
 جیسوں زن و مرد کہے میں گھس پڑے۔ زمین پر خون کا سیلاب بہنے لگے کہ وزیر گھسکا۔
 اور متحیر ہو کے کہا "یہ خون کیا ہے اور یہ لاشیں کس کی ہیں؟ ابن! میرا دادا مر گیا ہے اور
 ادھر کون ہے؟ آہ میری لاڈلی بیٹی ضیا!" ان الفاظ کے ساتھ ہی سر پہ ایک دھڑک
 مارا۔ پھر اس نے منہ سے بے اختیار ایک چرخ کی آواز نکلی۔ فوراً ہی الغاسق پر نظر جا پڑی
 جو خون آلود تلواریں ہاتھ میں لیے کھڑا تھا۔ پیش کھاکے چلا یا۔ ہاے الغاسق! میں یہ نہیں جانتا
 تھا کہ سانپ کو آئین میں پال رہا ہوں۔ انسو سا! صد انسو! یہ نہیں امید تھی کہ میری بیٹی
 اور میرے دادا کا خون قریب ہاتھ سے ہو گا تو میرے خاندان کا حزان گل کر دیا ہے تو
 آج مجھے بھی مار ڈالے۔ یہ حسرت بھی نکال لے آہ! یہ صدمہ نہیں برداشت ہو سکتا میں اب
 نہ جیون گا۔ اڑھ اور مجھے قتل کر! انتظار کس بات کا ہے؟"

الغاسق۔ (تلوار کو ہاتھ سے پھینک کر) "وہ قسمت دیر اپنے اعمال کا انجام دیکھ!
 اس تلخی کا مزہ چکھنے کے لیے ابھی جی! ابن بھی جیون گا۔ اور تو بھی جی! دیکھ کہ مجھے سلطنت
 دلوانے کے لیے تو نے جو کیا دیان کی تئیں ان کا کیا حشر ہوا ہے؟ تیرا ہی کیا تیرے سامنے
 آیا ہر اتیری تمنا بکلی تیری کوششیں بار و رہو میں پھر و ڈا کیون ہے؟ ہاں تو خوش
 ہو کہ تیری تمنا برآئی۔ اور میں ہمیشہ کے لیے حزان نصیب رہ گیا۔ مگر آہ! میں کیوں زندہ
 ہوں؟ کیا اس لیے کہ جیسا تیرا دادا کہہ کے مرا ہے میں ضیا کی لاش پر کھڑے ہوئے؟ تم
 کروں؟ اور مر گیس کی روح خوش ہو؟ نہیں یہ قیامت تک نہ ہو گا۔ میں بھی اپنی جگہ کے
 ساتھ جاؤں گا۔ آؤ میری اور مر گیس کی رفاقت کا جھگڑا بھی پاک کر دے۔ مگر نہیں تو تیرے
 نہیں بلکہ اپنی چالاکیوں اور کیا دیوں سے جان لیتا ہے۔ اس کے لیے ایک زمانہ چاہیے
 اور مجھے موت کا انتظار کرنا پڑے گا۔ مگر میں بے صبر ہوں انتظار نہیں کر سکتا۔ وزیر
 اپنے لیے دوسرا بادشاہ ڈھونڈ لے۔ اور دیکھ کہ تو نے تو ضیا کو مجھ سے چھڑا دیا تھا۔
 مگر میں نے اسے نہیں چھوڑا یہ کہتے ہی الغاسق نے کہے سے شجر بیٹھ لیا۔ خور و شبی میں
 میں بجلی کی طرح چمکا۔ اور وزیر کی طرف دیکھ کے کہا "آہ! وزیر فرزان مجھ سے رخصت

مجھے محال کر کہ جوش غم میں میں نے تیرے ساتھ گنا خیان کیں جس شخص کو تو نے بیٹوں کی طرح
 پالا تھا وہ بالکل نااہل اور نالائق نکلا۔ اسے دلچسپ قمر جویریہ آرزوؤں کا گہوارہ تھا تجھ سے
 رخصت! اسے سلطنت جقیلیہ تجھ سے رخصت! اسے نصیبت بھری دنیا تجھ سے رخصت
 اور اسے پرالم زندگی۔ مجھے بھی خدا کو سونپا۔ کیتھریکا لٹھ پھیلانے کے ارادہ کیا کہ خنجر کو بیٹے
 پر مارے کہ ناگمان کو فی شخص وزیر کے پیچھے نکل کے چھپا۔ اور اس کا ہاتھ بڑھ لیا۔

سترھواں باب

مردہ امید کا جی اٹھنا

یہ نیا شخص جس نے الفاسو کو خودکشی سے روکا ایک گلفام ونازک اندام عورت
 تھی الفاسو تو اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ جو اسے کی کو شمشیر کرنے لگا۔ مگر فرنان اس کی
 صورت دیکھتے ہی چونک کے بولا "ایسا! میں یہ کیا دیکھ رہا ہوں! کیا مرثیے بعد ضیا کی
 روح آئی ہے کہ الفاسو کو خودکشی سے روکے؟"

مرجانہ۔ (بڑھ کے) "ان بان یہ میری بی بی ضیا ہیں!"

فرنان: "اے! کیا گمان! ضیا تو وہ مرنے لڑی ہے"

الفاسو: "(جیسے خواب الم سے چونک کے اور جو عورت اس کا ہاتھ پکڑے تھی
 اسکو دیکھ کے)" "کیا تو ضیا ہے! نہیں ضیا کو مر گئیں اپنے ساتھ لے گیا جس زبردستی اور
 جو رستم سے وہ مر گئیں کے حوالے کی گئی تھی اسی زبردستی اور جو رستم سے وہ اس کو
 عالم آخرت میں لے گیا لیکن عورت! تو سب کون کہ تیری صورت بعینہ ضیا کی سہی معلوم
 زدتی ہے؟"

عورت: "ان میں ضیا ہوں؟"

فرنان: "(کمال حیرت سے)" "اور یہ زمین پر مردہ کون پڑا ہے؟ دیکھ وہ

ضیا ہے کہ نہیں؟"

مرجانہ: "وہ شاہن زادی سلطانیہ ہیں؟"

الفاسو: "سلطانیہ سلطانیہ جہان کمان؟"

مرجانہ: "جی وہ رات کو آئین تھیں اور یہیں رہتیں"

القاسم: "الکل غلط۔ میں دھوکا نہیں کھا سکتا؟ یہ بھی معلوم ہوتا ہے وزیر خزانہ کی کوئی چالائی ہے جو مجھے پیاری ضیا کے ساتھ جانے سے روکتا ہے۔ مگر نہ ہوگا۔" **مرجانہ** "حضور اہلی عیال پر جو آپ نے پاس کھڑی ہیں۔ اور وہ جو زمین پر پڑی ہیں بنی ہوئی رخصیا ہیں۔"

فرمان "کیا جلتی ہے؟ ضیا بھی کہیں بنائے بن سکتی ہے؟" **القاسم** "خدا نے ایک ہی ضیا میں سارے کمالات مرتکب کر دیے تھے۔ دوسری کے لیے کہاں سے آتے؟"

مرجانہ "حضور مجھ سے سینے۔ شاہزادی سلطانہ رات کو آئین اور چاہتی تھیں کہ ضیا کے کپڑے پہن لے اور انھیں کاروبار کے خواب گاہ کے کمرے میں بیٹھیں اور حضور سے ضیا کے پیسے میں گفتگو کریں۔ مگر ہماری بی بی نے اس کو نہیں پسند کیا تب وہ ہماری بی بی سے رخصت ہو کر میرے پاس آئیں اور کہیں "مجھے ضیا کا سا بناؤ۔" انھیں کے کپڑے بنواؤ۔ انھیں کے سے بال بناؤ۔ اور انھیں کا سا میل سنگھار کر دو۔ میرا تو یہ کام ہی تھا۔ میں نے کئی گھنٹہ محنت کر کے انھیں ایسا بنا دیا کہ کوئی لاکھ غور سے دیکھے نہ پہچان سکے۔ یہ روپ بھرنے کے بعد وہ کمرے کے دروازے کے پاس کان لگا کر کھڑی ہوئیں۔ اور دیر تک ہماری بی بی اور بادشاہ کی باتیں سنتی رہیں۔ اتنے میں ہماری بی بی ضیا شمع دان ہاتھ میں لیے ہوئے شمع روشن کرنے کو اپنے کمرے سے نکلیں۔ اس وقت سلطانہ نے انھیں قسمیں دلا کے مجبور کیا کہ اب تھوڑی دیر کے لیے مجھے اندر جانے دو۔ بی بی نے مجبور ہو کر شمع دان ان کے ہاتھ میں دیدیا اور خود کمرے میں آ کر لیٹ رہیں۔ اور سلطانہ شمع روشن کر کے اندر نکلیں۔" **ضیا** "جس وقت تک میں کمرے سے نکلی ہوں اس وقت تک تو میرے شوہر رئیس کا تین بتہ تھا۔ میرے آتے ہی وہ خدا جانے کیونکر پیدا ہو گئے؟"

مشعل "اے (ڈررتے ہوئے) "حضور یہ میرا قصور ہے؟ مگر میں نے قید خانے کے ارادے کو اس پر پلٹا صحنی کر لیا کہ رات بھر بیان آ کے رہیں صبح ہوتے ہی جا کے پھر بڑبان پہن لیں۔ اور قیدی بن جائیں۔ اس رات کے چھانے کے لیے وہ جیکے سے آئے اور اور سارے محل میں کسی کو خبر نہ ہوئی۔ بیان تو یہ سیدھے میرے پاس آئے اور کہا

میں ابھی قیدی ہوں۔ اور چھپ کے آیا ہوں۔ تم مجھے اپنی بی بی کے سونے کے کمرے میں
 پہنچا دو۔ مگر اس طرح کہ اُن کو نہ معلوم ہو۔ میں نے اُن کا کتنا مان لیا۔ اور وہ کمرے میں
 پہنچنے ہی مسہری کے پیچھے چھپ رہے۔

ضیاء تو اُنہوں نے میری اور الفانسو کی سب باتیں سنی ہوں گی؟

فرقان: (جوش و خروش سے) معلوم ہوتا ہو یا نہ ہو، کیس کے موجود ہونے کا حال معلوم
 ہو گیا تھا۔ تمہارے آنے ہی ڈھونڈ نکالا۔ اور موقع پانے پر ڈالاکہ دینا رقیب سے
 خالی ہو جائے۔

الفانسو: نہیں میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ میری جان بچو ہے۔ میں داروغہ
 قید خانہ کو ایسا تک حرام نہیں جانتا تھا کہ اُسے گھر آنے کی اجازت دیدے گا وہ آخر تک
 دم سادے پڑا رہا۔ اور جب ضیاء شمع روشن کر نیکو باہر گئیں تو کل کے اندھیرے میں
 نجمہ پرتواریں مارنے لگا۔ اور میں نے پوچھا کون ہے تو صبا اپنا نام و نشان بتا دیا
 اس پر بھی میں اس کے حملوں کو روکنا ہی رہا۔ اپنی ملنے سے ایک سوچ بھی نہیں کیا کیونکہ
 مجھے ڈر تھا کہ اسکو آزار پہنچا تو ضیاء کو ملال ہو گا۔ لیکن وہ برابر سر جھٹھکا چلا
 آتا تھا۔ اور کوشش کر رہا تھا کہ کسی کے آنے سے پہلے ہی میل کام تمام کر دے۔
 اتنے میں ضیاء شمع لے کے آئی۔ اور مرکیس نے تجھے مڑکے دیکھا اور اس وقت اتفاقاً
 سے اُس کے شانے پھوٹا اور پڑ گیا جو کارتی تھا۔ سارا آدہ نہ تھا کہ اسے بارون
 مگر موت اسکی قسمت میں تلخی تھی۔ تورا کے گرنے لگا۔ ضیاء نے شمع رکھ کر کہہ دیا کہ گرنے
 نہ دے۔ مگر مرکیس بے تحاشا اسے لپٹ گیا۔ اسے ساتھ لے کے گرا۔ اور گرنے ہی قبل
 اس کے کہ میں دیکھ سکوں اُنباخچا اس کے دل میں اُتار دیا۔ اور کہا: میں تجھے اپنے
 ساتھ لے چلون گا۔ یہ نہ ہو گا کہ کسی اور کے لیے جھوڑ جاؤں اس وقت دنیا میری
 آنکھوں میں سیاہ تھی۔ جلد نہ تھا کہ مرکیس میری ضیاء کو لے کے دوسرے عالم میں
 بھاگ گیا۔ اور تیار تھا کہ فوراً وہاں پہنچ کے میں بھی اسے تلاش کروں اپنے
 میں اُس جان لیب مصنوعی ضیاء نے مجھ سے کہا مرکیس تو جھوٹے اطمینان پر خوش
 ہوتا ہوا دنیا سے گیا کہ مجھے بڑی حسرت ہو کہ میں دنیا سے نامزد جاتی ہوں۔ اور تو
 باہر رہے۔ ایسے ہی دوا ایک فقرے کے اور میرے پیچ رہتے ہیں۔ الفانسو کی

ہوئی مرگئی۔ اسکی ان باتوں کا مطلب میں بالکل نہیں سمجھ سکا تھا۔ اور سخت متحیر تھا مگر اب سمجھ میں آکر مجھے میری دشمن سلطانی کی زبان سے تھا۔ اور میری محبوبہ ضیاء دنیا میں زندہ و سلامت موجود ہے۔ جسے اسے وزیرِ اب میں بغیر اس کے کہ تیرا کچھ بھی پاس نہ لحاظ کر دوں اپنے آغوشِ شوق میں کھینچ لے اس زخمی دل کا علاج کر دوں گا یہ کہتے ہی ضیاء کو کھینچ کے سینہ سے لٹھا لیا۔ اسکے لب درخشاں کے بوسے لیے اور کہا۔ خدا کا ہزار ہزار شکر کہ بغیر اس کے کہ میں اپنی طرف سے کسی پر ظلم کر دوں میدانِ صاف ہو گیا۔ اور میری ضیاء میرے پہلو میں ہے۔

اب اس ہنگامے کی سارے محل میں خبر ہو گئی تھی اور سب اداۓ داغی اس کمرے کے دروازے پر بیٹھ لگائے ہوئے تھے۔ وزیرِ فرمان کو اپنے گزشتہ افعال پر تنبہ ہوا آگے بڑھا۔ بادشاہ کے سامنے گھٹنوں پر جھکا۔ ہاتھ جوڑے اور کہا۔ اب میرا قصور معاف ہووے وزیر کو اس وضع میں دیکھتے ہی تمام لوگ جو اس کمرے کے اندر تھے حتیٰ کہ ضیاء اور اسکی سب خادیاں بھی اسی طرح گھٹنوں پر جھک کے سامنے دست بستہ کھڑی ہو گئیں۔

الغاسق نے ضیاء کو اٹھا کے اپنے برابر بائیں طرف کھڑا کر لیا۔ اور کہا تمہاری جگہ یہ ہے۔ پھر وزیر سے کہا۔ یہ میری قسمت کی گردش تھی میں اسے کسی کا قصور نہیں کہتا۔ مگر ان تمہارے طرزِ عمل سے میں نے بے انتہا صدمہ اٹھایا۔

فرمان۔ (عاجزی سے)۔ «جہاں پناہ انعام نے جو کچھ کیا حضور کی خیر خواہی میں کیا کیا۔ مجھے نہیں نظر آتا تھا کہ ضیاء کے حضور کی مکہ نشینی میری عورت ہے؟ مگر میرا خیال تھا کہ اسے شوق میں حضور تاج و تخت سے محروم رہ جائیں گے۔ حضور کے چشمہ دار بوسے بیشک نظر آیا کہ حضور کو ضیاء سے چھوٹنے کا بڑا اہمال ہو گا اور وہ بھی حضور سے چھوٹ کے زندگی سے بیزار ہو جائے گی لیکن دونوں نے اس جوشِ الفت کو غلام نے ایک جھپٹن کی ضد خیال کیا۔ اور دل میں کہا کہ سب سے مقدم تاج و تخت ہیں۔ غرض فقط حضور کی خیر خواہی میں اپنی ضیاء کی خوشی اپنی سرفرازی اور خود حضور کی مرضی کو پس پشت ڈال کے غلام نے بھلا بھلائیے ضیاء کی شادی کر لیں سے کر دی۔ لیکن انہیں یہ علم نہ ہوا کہ جو امر حضور کی رضا مندی

کے خلاف کیا گیا۔ وہ خدا کی بھی مرضی کے خلاف تھا۔ جیسا حضور ہی کے لیے تھی۔ اور حضور ہی کی ہوتی۔ غلام اپنی کوشش میں ذلیل ہوا۔ مگر کس نے حضور کی ذات پر حملہ کر کے اپنی گستاخی کی سزا پائی؟ سلطانہؓ خود ہی لڑائی جانی دیدی۔ جتنی مزاحمتیں تعین ہو رہی ہو گئیں۔ اور غلام بڑی خوشنحی سے فخر اور نہایت ہی عزت و وقار کے ساتھ دنیا کو حضور کی خدمت میں پیش کرتا ہوا اور اپنے گذشتہ افعال پر یاد ہو کے رحم درمائی کا امیدوار ہوا۔ یہ کہتے ہی اُس نے زور و شور سے نعرہ لگایا۔ "شاہ الفاسو کا اقبال بلند اور روشن خواہ" اس کی زبان سے سنتے ہی تمام قلعہ والوں نے ہی نعرہ لگا دیا جس کی صدا کوہ پلگرنیو کی چوٹیوں سے مگرانی۔ اور گنبد فلک امین کو بھی رہی۔

الفاسو: تمہارے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری یہ سب کاروائیاں نیک نیتی سے اور میری خیر خواہی میں تعین اور مجھے بھی اس کا یقین ہے۔ لہذا انھیں کوئی قصور نہیں کہہ سکتا۔ لیکن اگر تم ان باتوں کو قصور خیال کرتے ہو تو میں نہایت ہی مسرت کے ساتھ معاف کرتا ہوں اور خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ان سب جھگڑوں کا انجام مسرت و شاد کامی پر ہوا۔ اور آخر کار دنیا میری ہوئی۔"

یہ کہتے ہی الفاسو نے وزیر کو ہاتھ کر کے اٹھایا۔ اور کہا۔ اب سب سے پہلے ان دونوں بد نصیب مقتولان کی تجہیز و تکفین ہونی چاہیے اور تمہارے ذمے ہے کہ ان کے جنازے پوری عزت اور شان و شوکت سے اٹھائے جائیں۔ یہ حکم دے کے الفاسو وزیر سے رخصت ہوئے کو تھا کہ وزیر نے دست بستہ عرض کیا۔ ابھی ایک راز باقی ہے۔ آپ خود بخود اس کمرے میں کیونکر پہنچ گئے جس کے دروازے بند تھے؟ اور کسی کا اندر داخل ہونا غیر ممکن تھا؟ شاید خود ضیا دروازہ کھول کے بلا بیٹی ہو؟ مگر اس سے مجھے ایسی امید نہیں ہے۔"

الفاسو: یہاں سارا راز ہے میرے اور ضیا کے سوا بیان کوئی نہیں جانتا۔ گو کہ اب یہ راز از بین نہ ہو۔ مگر اب بھی اسے عام طور پر فاش نہیں کرنا چاہتا۔ سب لوگوں کو ہٹا دو۔ اور تمہارے میرے اور ضیا کے سوا کوئی شخص نہ رہے۔ تو راز سب لوگ ہٹا دیے گئے۔ اور کمرہ اندر سے بند کر لیا گیا۔

الفاسو: وزیر فرمان مجھ کو ضیا سے اور ضیا کو مجھ سے اسی جبین کے رہانے

سے محبت تھی جب کہ پہلے پہل میں بیان آئے کہ رہا اور ہم دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا ہمارے اعضا اور ہمارے قوی کے ساتھ اس الفت کا بھی نشوونما ہوتا گیا۔ اور جب ہمیں یہ محسوس ہونا شروع ہوا کہ نامحرم مرد و عورت کا آزادی کے ساتھ ملنا جلنا اور بغیر نکاح کے ربط و ضبط بڑھانا اندیشہ ناک ہے تو ہم نے باہم پاک اور شریفانہ محبت رکھنے پر حلف اٹھائی اور زلیوہ ربط و ضبط بڑھانے لگے۔ اسی زمانہ میں تم نے ضیا کو روکنا شروع کیا۔ اس کی خادماؤں کو تاکید کی کہ ہم دونوں کو ملنے نہ دیں اس روک نے ہمارے دلوں میں جوش محبت کو اور بڑھا دیا۔ ایک دوسرے کے فراق میں مبتلا و بیقرار رہنے لگے۔ آخر ضیا نے یہ تمہیں بتائی کہ ہم دونوں اپنے کمروں کے درمیان میں کوئی ایسا پوشیدہ راستہ بنا لیں کہ ہر وقت آسانی سے بے تکلف ٹھیکیں۔ پہلے تو میں نے ضیا کی اس تجویز کو غیر ممکن تصور کیا۔ اور محال سمجھا مگر عشق ہر محال کو ممکن کر دیا کرتا۔ جزائری سفروں سے سنا کہ مصری معمار وغیرہ اُن کے شہر میں آئے ہوئے ہیں جو بڑے بالکائی ہیں۔ اُن سے کہہ کے اُن معماروں اور کاریگروں کو دہان سے بلوایا۔ اور آپ کی غیبت میں پوشیدہ ہی پوشیدہ چند روز کے اندر ایک راستہ بنوا لیا جس کی کسی کو خبر نہ تھی اس کے دروازے ایسے رکھے کہ کمرے میں کوئی ہزار غور کرے نہ سمجھ سکے۔ اور اسی راہ سے آمد و رفت رکھی یہ بیان کرنے نے بعد اٹھائیسویں دیوار کے ایک پھول میں کبھی لگائی فوراً دروازہ کھل گیا۔ اور اس دروازے سے اتار کے وہ وزیر کو سڑگ کے راستہ سے اپنے کمرے میں لے گیا۔ پھر واپس لے آیا۔ اور کہا: یہ راستہ ہے جو مجھے ہمیشہ بڑی آسانی سے اپنی ضیا کے پاس پہونچا دیا کرتا تھا۔ اور کسی کو خبر نہ ہوتی تھی۔

وزیر اس راستہ کو دیکھ کے نقش حیرت ہو گیا۔ اور کہا: اگر حضور نے اس کے تفصیلی حالت نہ بیان فرمائی ہوتی تو میں کہتا یہ انسان کا نہیں جنوں کا کام ہے۔ میں ان بیل بوٹوں کی شگفتگی و خوبی پر متحیر تھا۔ مگر یہ حقیقت دیکھ کے عقل حیران ہو گئی۔

افسانو: اب میں قصر شاہی میں جا رہا ہوں۔ ان دونوں لاشوں کو اسی وقت

ان کے گردن میں ہونچا دو۔ اور صبح کو بڑے تزک و احتشام سے اٹھاؤ مشائخ
 میں میں بھی چلوں غلام اور ضیا کو بھی مزدور شریک ہونا چاہیے۔ شام کو پھر بیان
 آگے اپنی ضیا سے ملوں گا۔ اور جب تک پوپ سے اجازت حاصل کر کے میں شادی
 کروں روز رات کو ہمیں آگے ملا کروں گا۔ اس لیے کہ یہی قصر اور یہی کمرے
 ہمارے بچپن کے عشق کے گوارے ہیں۔ اور جو طفل ہمیں بیان سکتا ہو اور کہیں ممکن نہیں
فرمان حضور کا ہر حکم بحال لایا جائے گا۔ اور یہ قصر حضور ہی کا ہے جسے میں اپنی
 بیٹی کے جیسے میں حضور کی نذر کروں گا۔ اس کے بعد الفاسو فرمان اور ضیا سے
 رخصت ہو گئے قصر شاہی میں گیا۔ اور اس رات کے عجیب و غریب واقعات نے دل
 و دماغ پر اس قدر گہرا اثر ڈالا تھا کہ رات بھر نیند نہ آئی۔

اٹھارھواں باب

دشمن پامال

دوسرے دن مرکیں اور سلطانہ کے جنازے شاہی تزک و احتشام سے
 اٹھے۔ پورا دن بیٹی کی لاش پر ماتم کرتی ہوئی قبر تک گئی۔ اسے قطعی یقین تھا
 کہ چالاک دزدہ فرمان نے پہلے تو سلطانہ سے شادی کرنے اور اسے اپنی
 ملک بنانے کا الفاسو سے اقرار کرایا۔ اس طریقہ سے جب الفاسو کو تخت
 پر بٹھا لیا۔ اور سارے ملک کو اس کا مطیع فرمان بنادیا تو اپنی بیٹی ضیا
 نے ملک متقلب بنانے کے لیے سلطانہ کو اپنے قصر میں مروا ڈالا۔ اس کا انتقام
 لینے کے درپے ہوئی۔ مگر آپ کو بالکل بیدست و پاپائی تھی۔ اور اپنا کچھ نہ در
 جانتا نظر آتا تھا۔ یہ اس کے بھائی مہرجان کا عہدہ تھا۔ جو اس کے ہاتھ
 کے کٹھ پتلی تھا۔ اور برا بھلا جو چاہتی تھی وہی ہو جاتا تھا۔

مگر اس مجبوری پر بھی اپنی شہرت سے نہ باز آئی۔ سلطانہ
 اور مرکیں کے دفن ہونے کی شام ہی کو جبکہ الفاسو ضیا کے عشرت کمرے
 میں تھا وہ الفاسو کے بڑے بھائی دآن وادرق کے پاس دوڑی گئی

ہم دونوں بھائیوں میں سے ایک کو قربان کر دو۔ اور جب یہ نہ ہوا تو پھر میرے خون کے پاسی ہو گئیں ہے نہ؟“
بوران تم نے میری سلطنت کو مار ڈالا۔ اور میں نے اس کے خون کا انتقام لینے کی کوشش کی۔“

الغاسو اس کو خدا ہی خوب جانتا ہے کہ سلطنت نے خود ہی اپنی جان دی۔ مکاری سے ضیا کا ہر دپ بھر کے اس کے سونے کے کرب میں آئی۔ اور ضیا ہی کے دھوکے میں مرکبیں کے خنجر سے مری۔ مرکبیں نے ضیا کو اپنے ساتھ قبر میں لے جانا چاہتا تھا جس کا خیال آنے سے بھی میں کانپ جاتا ہوں) نہیں کو مرنے دم تک یقین تھا کہ اس نے ضیا کو مار ڈالا۔ مگر اس کے بعد جب مجھے اپنی باپوسی۔ نامرادی و نا کامی کا صدمہ شروع ہوا تو حال کھلا کہ اس کے ہاتھ کی مقتولہ سلطنت تھی۔ اور ضیا پاس کمری ہوئی مجھے تسلی دے رہی تھی۔“

بوران "خیر تو اب میرے لیے کیا نرا تجویز ہے؟"
الغاسو "ظالم و بے حمیت اور بے رحم بھو بی سیہ کار و بے شرم بھو بی سیہ کار یوں اور دشمنیوں کے انتقام میں تم تہ تیغ کی جاؤ گی" حکم کے ساتھ ہی لوگ **بوران** کو قتل گاہ میں لے گئے۔ **الغاسو** نے **بوران** کے قتل سے صقلیہ کو ہمیشہ کے لیے نجات دلا دی۔ اور اطمینان و بیدار مغزی سے حکومت کرنے لگا۔ اب صرف یہ مرحلہ باقی تھا کہ یوب کے محرم دربار سے اجازت حاصل ہو۔ اور **الغاسو** کے ساتھ شادی ہو۔ اس غرض کے لیے خود وزیر فرمان رومہ الکبریٰ میں گیا اور بڑی کوششوں سے منظور ی سے آیا۔

اس کے آنے ہی پر یومین خوشی کے شادیاں بننے لگے۔ اور بڑی دھوم دھام کے ساتھ پرمو کے گرجے میں نکاح ہوا۔ ضیا تاج جو اہر نگار ہیں کے ملکہ صقلیہ بنی۔ اور سارے صقلیہ میں غلغلہ بلند تھا کہ شاہ **الغاسو** کی فتح! اور "ملکہ ضیا کا اقبال بلند"۔

